پاکستان میں دہشت گردی کی وضاحت

سُپریم کورٹ کا فیصلہ - پارلیمان کے لئے رہنما اصول

محمد عامر رانا

دسمبر 2020

FRIEDRICH EBERT STIFTUNG
فریڈرک ایبرٹ سٹفٹنگ

فہرست

	پیش لفظ	i
.1	**تعارف**	1
1.1	تشریحاتی الجھاؤ	3
1.2	انسدادِ دہشت گردی ایکٹ 1997 کا سیاسی اثر	5
1.3	دہشت گردی سے متعلقہ قوانین کا غلط استعمال	7
1.4	دہشت گردی کی تعریف کے معاملے پر عوامی بیانیہ	8
1.5	کیا صرف دہشت گردی ہی ایک مسئلہ ہے؟	9
.2	**اصطلاحیں اور بیانئے**	11
2.1	سیاسی اختلاف اور سیکورٹی سے متعلقہ قانون سازی	12
2.2	بد عملی، نافرمانی، سازش، وطن دشمن اور غیر ملکی دشمنی کے بیانئے۔	13
2.3	فریڈم فائٹرز، آزادی پسند، علیحدگی پسند، پراری اور شرپسند گوریلا،	16
2.4	مسیحا، حب الوطن، مجاہد، جہادی، طالبان، عسکریت پسند اور دہشت گرد	17
.3	**دہشت گردی کی تعریف کا مسئلہ**	21
3.1	دہشت گردی کی تعریف پر علمی بحث	21
3.2	دہشت گرد گروہوں سیال فطرت	22
3.3	بین الاقوامی عزم اور پاکستان پر اس کے اثرات	23
3.4	قانونی جہت	25
3.5	پارلیمان کا کردار	26
.4	**دہشت گردی کی حدود کا تعین**	27
4.1	ایک عالمی تعریف کی تلاش	27

4.2 جرم کی نوعیت کی وضاحت 28
4.3 تعریف کی سیاست 29
4.4 دہشت گردی کی تعریف پر علمی بیانئے 31
4.5 دہشت گردی کی درجہ بندی 35
4.6 پاکستان میں دہشت گردی کی تعریف 37
5. پارلیمان میں دہشت گردی کی تعریف کا طریقہ کار 43
5.1 عدالتِ عظمیٰ کی ہدایات 44
5.2 سیکیورٹی کونسل، اقوام متحدہ کی قراردادیں اور رہنما خطوط 45
5.3 پیچیدہ علاقائی پس منظر 45
5.4 دہشت گردی، اپنی کاملیت میں 46
5.5 وسیع پس منظر 48
5.6 آئندہ لائحہ عمل 48
6. حاصلِ بحث 51
ٹیبل 1: مختلف کرداروں کی جانب سے استعمال کی جانے والی اصطلاحات 19
ٹیبل 2: اہم اصطلاحوں کے درمیان تفریق 34

پیش لفظ

جمہوری ممالک میں پارلیمان کو سیاست کا مرکز و محور سمجھا جاتا ہے۔اس کا قیام جمہوری انتخابات کے ذریعے عمل میں لایا جاتا ہے اور یہ سماج کے لئے اپنے قوانین اور ضابطے تشکیل دینے کا اہم سیاسی ذریعہ ہے۔اس لئے یہ واضح ہے کہ پارلیمان (پاکستان کے معاملے میں قومی اسمبلی یعنی ایوانِ زیریں اور سینیٹ یعنی ایوانِ بالا) کو اہم ترین سیاسی فیصلوں کی تشکیل میں مرکزی حیثیت حاصل ہونا چاہیئے اور اسے اخلاقی و سیاسی اقدار کی تشکیل کے عمل میں اپنا آئینی کردار پوری ایمان داری سے نبھانا چاہیئے۔بہتر طرزِ حکمرانی کے لئے لازم ہے کہ پارلیمان یہ کردار نبھائے۔اسی لئے یہ بہت مثبت اور اہم تھا جب سال 2019 کے خزاں میں پاکستانی سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ پارلیمان کو "دہشت گردی" کی آئینی تعریف وضع کرنی چاہیئے۔یہ بہر حال تین وجوہات کی بناء پر ایک تاریخی فیصلہ تھا۔

1۔عالمی سطح پہ بہت سے ممالک میں "دہشت گردی" کی اصطلاح کی آئینی تعریف یا تو غیر واضح ہے، یا مبہم ہے یا اسے سیاسی بنیادوں پہ وضع کیا گیا ہے۔عالمی سطح پہ "دہشت گردی" کی اصطلاح کے لئے نہ تو تعلیمی تحقیق کے میدان اور فوجداری قانون میں اور نہ ہی عالمی سیاست یا بین الاقوامی قانون میں کوئی متفقہ تعریف موجود ہے۔درج ذیل وجوہات کی بناء پر دہشت گردی کی تعریف ایک بہت مشکل اور پیچیدہ عمل ہے:

- اس کا تعلق تشدد کی دیگر نوعیت کی اقسام سے ہے
- اس اخلاقی غصے کی وجہ سے جو اس کے سبب پیدا ہوتا ہے
- اور اس کے سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کئے جانے کے سبب

2۔اگر علمی دنیا کے ماہرین دہشت گردی کی ایک واضح تعریف پہ متفق نہیں ہوں گے تو وکلاء، پولیس اہلکار، صحافی، سیاستدان، حقوق انسانی کے کارکنان اور سول سوسائٹی کے افراد کس طرح اس کی ایک متفقہ تعریف پہ اکٹھے ہو سکتے ہیں؟ اور اگر دہشت گردی کی اصطلاح کی آئینی تعریف موجود نہیں ہوگی تو عدالتیں اور قانون نافذ کرنے والے ادارے دہشت گردی کے قوانین کا نفاذ کیسے یقینی بنائیں گے؟ ظاہر ہے کہ دہشت گردی کے خلاف لڑائی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ دہشت گردی اصل میں کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔کوئی بھی ابہام اور الجھاؤ دہشت گردی کے خلاف لڑائی کو کمزور کرے گا۔

3۔دوسری جانب بہت سے ممالک میں دہشت گردی کی اصطلاح کو بغیر کسی وجہ سے وسعت دی گئی ہے اور اس کا استعمال کسی بھی سیاسی دشمن اور مقابل کے لئے کیا جاتا ہے۔یہ عام طور پر بجائے ایک آئینی اور علمی زمرے کے، زبانی ہتھیار بھی بن جاتا ہے۔خطرہ یہ ہے کہ جب سیکورٹی تجزیئے کو قانون اور سیاسی بیانئے میں گڈ مڈ کیا جائے تو اس کے سبب دہشت گردی کی اصطلاح کی بجائے یا اس کے اصل مفہوم کی وضاحت کی بجائے، اس کے سیاسی استعمال کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے۔

پاکستانی سپریم کورٹ نے بہت دانشمندی سے اپنے فیصلے میں اس امر پہ زور دیا ہے کہ پاکستان کے آئینی تناظر میں دہشت گردی کی اصطلاح کی تعریف واضح کی جانی چاہیئے۔ اور اس کی جانب سے پاکستانی پارلیمان کو بہت صراحت سے یہ کہتے ہوئے ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ اس کی تشریح کرے کیونکہ اس کی تشریحاتی ابہام کے سبب بہت سے منفی اثرات رونما ہوتے ہیں۔

مایہ ناز پاکستانی ماہر امور سیکورٹی محمد عامر رانا کا یہ تحقیقی مقالہ پہلے تو وقت کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے پارلیمان کے لئے دہشت گردی کی تشریح سازی کے مشکل مرحلے میں ایک معاونت اور سہولت کاری کی کوشش ہے بعد ازاں اس میں ان مشکلات کا تذکرہ کیا گیا ہے جو اس قسم کی کوشش میں درپیش رہتی ہیں اور آخر میں چند ایک تجاویز بھی دی گئی ہیں کہ اس مرحلے سے کس طرح گزرا جا سکتا ہے۔ ہم مصنف کو اس مشکل معاملے پر متاثر کن تعمیری انداز سے نمٹنے پہ مبارکباد پیش کر سکتے ہیں۔ ہماری مخلصانہ خواہش یہ ہے کہ یہ مقالہ پارلیمان کو اس مشکل مرحلے سے نمٹنے میں رہنمائی کرے۔ یہ پاکستان میں ترقی پسند منطقی طرز حکمرانی کو مضبوط بنانے میں ایک اہم حصہ داری ہو گی۔

آخر میں ہمیشہ کی طرح برائے کرم یہ یاد رکھئے گا کہ اس تحقیقی مقالے میں درج خیالات اور رائے مصنف کی ذاتی ہے اور فریڈرک ایبرٹ سٹفٹنگ (ایف۔ای۔ایس) کا اس سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ڈاکٹر یوخن ہپلر
کنٹری ڈائریکٹر
فریڈرک ایبرٹ سٹفٹنگ

عبداللہ دایو، ہمایوں خان
پروگرام کوآرڈینیٹرز
فریڈرک ایبرٹ سٹفٹنگ
دسمبر 2020

1. تعارف

پاکستان حالیہ چند سالوں میں دہشت گردی کے خلاف اپنی جنگ کے مشکل ترین متشدد دور سے گزرا ہے۔ 6 مئی 2018 کے دن سے، جب پاکستانی فوج نے شمالی وزیرستان میں عسکریت پسندوں کے آخری مضبوط گڑھ کا مکمل صفایا کرنے کا اعلان کیا، تو اس کے بعد سے ملک بھر میں دہشت گرد کارروائیوں میں یکلخت بہت کمی واقع ہوئی[1]۔ اعداد و شمار کے مطابق 2009 کے بعد ملک میں سالانہ بنیادوں پر دہشت گرد کارروائیوں میں 20 سے 30 فیصد تک کمی واقع ہوتی چلی آئی ہے اگرچہ اس دوران سال 2013 ایک استثناء تھا، کیونکہ اس سال 2012 کے مقابلے میں دہشت گرد کارروائیوں میں 19 فیصد اضافہ ہوا تھا۔[2]

میدان جنگ میں کامیابی کے باوجود جو ایک مسئلہ ابھی تک حل طلب ہے، وہ دہشت گردی کی تشریح کا ہے۔ 30 اکتوبر 2019 کو سپریم کورٹ آف پاکستان نے ایک تاریخ ساز فیصلہ سنایا جس میں پارلیمان کو دہشت گردی کی اصطلاح کی ایک جامع آئینی تشریح تشکیل دینے کا کہا گیا[3]۔ سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں مزید کہا کہ دہشت گردی کی جو تعریف انسداد دہشتگردی ایکٹ 1997 میں بیان کی گئی ہے وہ دہشت گردی کی روح کو بیان کرنے میں کامیاب نہیں ہو پائی اور بہت سی وجوہات کی بنیاد پر اس کا غلط استعمال کیا جاتا رہا ہے[4]۔ سپریم کورٹ خاص طور پر جس نکتے کے متعلق تشویش کا اظہار کر رہی تھی وہ انسدادِ دہشت گردی ایکٹ میں دہشت گردی کی تعریف کی آئینی حیثیت تھی۔ ملک میں موجود آئینی برادری اور قانون نافذ کرنے والے ادارے اس تعریف میں ترمیم کے لئے بارہا کہہ چکے ہیں مگر حکومت اس معاملے پر کوئی کارروائی کرنے سے ہچکچاتی رہی ہے[5]۔ یہ سب اس کے باوجود ہے کہ پاکستان کو گزشتہ کئی سالوں سے مذہبی بنیادوں پر کی جانے والی دہشت گرد کارروائیوں کا سامنا رہا ہے اور یہ خطرہ ابھی تک ختم نہیں ہوا۔ دہشت گرد عناصر نے پاکستان کے سابقہ فاٹا میں عسکریت پسندی کو ہوا دی ہے۔ یہ خطہ جو کہ اب صوبہ خیبر پختون خواہ میں شامل ہو چکا ہے، افغان سرحد پر واقع ہے۔ عسکریت پسندی نے ملک بھر میں فرقہ وارانہ تشدد کو بڑھاوا دیا، شہری علاقوں میں باقاعدہ جنگی صورتحال نے جنم لیا، اور ایک وقت تو ایسا آیا کہ عسکریت پسندوں کے بیانیے نے سماج کی سطح پر لوگوں کے نظریات کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اب جب کہ ہر ایک اس نکتے پر متفق ہے کہ پاکستان کو دہشت گردی کے سنجیدہ خطرے کا سامنا تھا اور ابھی تک ہے، یہ معاملہ ہنوز حل طلب ہے کہ دہشت گردی سے آخر مراد کیا ہے؟۔ اس کی تشریح کا سوال خود اس کے جتنا ہی مشکل واقع ہوا ہے۔ پاکستان کی آئینی اور پالیسی لغت میں دہشت گردی کی اصطلاح ابھی تک مبہم اور متنازع انداز میں بیان کیا کی جاتی ہے، اور یہ اس حد تک ہے کہ

1 Umer Farooq, Army declares North Waziristan fully under control, The Express Tribune, May 6, 2018

2 Pakistan Security Report, 2019, Conflict and Peace Studies, a PIPS Research Journal, Jan-June 2020, Vol. 12, No. 1, Islamabad.

3 Supreme Court of Pakistan judgement announced on October 30, 2019 on Criminal Appeals No. 95 and 96 of 2019, Civil Appeal No. 10-L of 2017 and Criminal Appeal No. 63 of 2013. Judgment available on the Supreme Court of Pakistan website: https://www.supremecourt.gov.pk/downloads_judgements/crl.a._95_2019.pdf

4 Ibid.

5 In the context of countering terrorism, the LEAs comprise federal and provincial forces both civilian and paramilitary, including police, rangers, army, as well as civilian and military intelligence agencies.

یہ بھی واضح نہیں کہ دہشتگردی دراصل کہتے کسے ہیں؟ اور یہ تک بیان نہیں کیا گیا کہ ایسی کون سی وجوہات ہیں جن کی بنا پر اسے دیگر نوعیت کے سیاسی تشدد سے مختلف سمجھا جاتا ہے۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ میں حالیہ متشدد عہد پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار نہیں تھا جب اسے داخلی سطح پہ سیکورٹی کے خطرات کا سامنا تھا۔ 1947 میں قیامِ پاکستان کے بعد، ملک نے سیاسی احتجاج اور متشدد تحریکوں کی بہت سی لہروں کا سامنا کیا ہے جن کی نوعیت نسلی، لسانی، قوم پرستانہ، مسلکی اور مذہبی تھی۔ سماجی و معاشی نابرابری اور شناخت کے مسائل ان تمام تحریکوں اور احتجاجوں میں یکساں موجود رہے ہیں۔ قومی تعمیر کا سفر اس لئے بھی سود مند نہیں رہا کیونکہ مشرقی پاکستان میں بنگالیوں کی نسلی و لسانی تحریک 1959 تا 1970 کے سالوں میں بہت مضبوط ہوئی تھی اور بالآخر 1971 کی پاک بھارت جنگ کے بعد ملک دو لخت ہو گیا تھا[6]۔ اس وقت سے ملکی اشرافیہ نسلی و قومی تحریکوں کو حقیقی یا تصوراتی، نظریئے کے زاویئے سے دیکھتی ہے[7]۔ معروف اہلِ علم خالد احمد بیان کرتے ہیں بانیانِ پاکستان نے قوم کو ایک نظریاتی ریاست کے طور پر تصور کیا اور اسے پروان چڑھایا اور اس کے دشمنوں کو چاہے وہ اندرونی ہوں یا بیرونی، انہیں ہمیشہ نظریہ پاکستان کا مخالف تصور کیا گیا۔ مذہبی تحریکوں نے نئی قائم ہونے والی مملکت میں مذہبی اور مسلکی تفریق کو مزید واضح کیا اور مذہبی اقلیتوں اور چھوٹے مسلکی گروہوں کے خلاف تشدد کو شناخت کے سوال سے جوڑا گیا[8]۔ نسلی و قومی اور مذہبی تحریکوں کی جانب ریاستی رویئے کو اس تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے عام طور پر ایسی سیاسی مزاحمت کو ایک سیاسی چیلنج یا شورش کی بجائے خارجی عناصر کی تشکیل کردہ یا دہشت گرد تحریک قرار دے دیا جاتا ہے۔ اس طرح سیاسی مزاحمتیں بشمول اُن کی مسلح صورتوں کے، غیر ملکی طاقتوں کی پروردہ سمجھی جاتی ہیں اور انہیں محض مجرمانہ سرگرمیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

ملکی تاریخ کے تناظر میں متشدد مذہبی، سیاسی، اور نسلی و قومی تحریکوں نے مسلسل سیکورٹی کے خطرات پیدا کئے رکھے۔ مذہبی طبقات کے خلاف متشدد احتجاج، خاص طور پر سال 1954 میں احمدی برادری کے خلاف متشدد تحریک، بلوچستان میں ابھرنے والی شورشیں، کراچی میں ہونے والا نسلی و لسانی تشدد، سندھ اور بلوچستان میں نچلے درجے کا نسلی و لسانی بنیادوں پر ہونے والا متشدد احتجاج اور گلگت بلتستان میں ہونے والے فرقہ وارانہ تنازعات نے ریاست کا سیکورٹی نقطہ نظر تشکیل دیا۔

نفاذ شریعت کی منظم مذہبی تحریکیں اور مسلکی تنازعات جو کہ بارہا متشدد انداز اپناتے رہے، انہوں نے ریاست کے لئے قومی سلامتی کے زیادہ پیچیدہ خطرات پیدا کئے۔ ان تمام خطرات کے ہوتے ہوئے ریاست پاکستان کو دہشت گردی کی تعریف تشکیل دینے میں 50 سال صرف ہو گئے اور جب 1997 میں یہ تعریف بنالی گئی تو اس میں اس قدر ابہامات تھے کہ سپریم کورٹ کو اپنا فیصلہ سنانا پڑا۔

---

6 Tahir Amin, Ethno-National Movements of Pakistan Domestic and International Factors, Institute of Policy Studies, Islamabad, 1988, p. 3.

7 Ibid, p. 2.

8 Khaled Ahmed, Sectarian War: Pakistan’s Sunni-Shia Violence and its Links to the Middle East, Karachi: Oxford University Press, 2011, p. xv.

ان تمام آئینی اقدامات سے گزرتے ہوئے جو ریاست پاکستان نے دہشت گردی سے جڑے سیکورٹی خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے اٹھائے، دہشت گردی کی آئینی تشریح مبہم ہی رہی۔ یہ جامع نہیں ہے اور اس میں مسلکی نفرت کے اظہار اور چند مخصوص متشدد سیاسی حرکات کو جرم متصور کیا گیا ہے جو کہ پہلے ہی پاکستان پینل کوڈ کے تحت قابل سزا جرائم کی فہرست میں شامل ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی کے معنی میں موجود ابہام کی جڑیں ملک کی سیاسی تاریخ میں پیوست ہیں اور آگے بیان کئے گئے عناصر کو بھی اس ابہام کی ممکنہ وجوہات سمجھا جاسکتا ہے۔

1.1 تشریحاتی الجھاؤ

تشدد دہشت گردی، عسکریت پسندی اور بغاوت کا لازمی جزو ہے جبکہ انتہاء پسندی امکانی طور پر براہ راست تشدد کا حربہ اپناتی ہے یا تشدد کو ہوا دیتی ہے یا بسا اوقات ان دونوں حربوں کا یکساں استعمال کرتی ہے۔ عسکریت پسند، دہشت گرد اور بغاوت کی تحریکیں سیاسی مقاصد کی حامل ہوتی ہیں جو کہ اپنی ہم عصر عدم تشدد فلسفے کی حامل سیاسی تحریکوں سے رابطے میں ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ متشدد تحریکیں عدم تشدد کے فلسفے کے حامل ایسے افراد یا سیاسی تحریکوں سے جڑے رہنا چاہتی ہوں جو اپنی وفاداریاں تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ یہ اندازہ لگانا ایک مناسب امر ہو گا کہ کیا ان دونوں کو یکساں انداز میں نمٹا جارہا ہے یا انہیں ان کی سیاسی اور نظریاتی ہم آہنگی پہ جانچا جارہا ہے۔ پاکستان میں قوم پرست اور مذہب پسند دونوں تحریکوں کے متشدد اور پرامن دھڑے موجود ہیں مگر ان دونوں کے درمیان تفریق کرنے والے آئینی عمل نے ہمیشہ الجھاؤ کی صورتحال کو برقرار رکھا ہے، اس صورتحال کو ان دونوں طرح کی تحریکوں نے وقتاً فوقتاً اپنے فائدے کے لئے استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر مسلکی انتہا پسند جماعت کالعدم سپاہ صحابہ پاکستان نے مسلسل اپنے آپ کو ایک غیر متشدد تحریک کہا ہے مگر اس کے بہت سے رہنماء مخالف مسلک کے خلاف تشدد کے لئے عام طور پر اکساتے ہوئے دیکھے گئے ہیں مگر اس کے باوجود وہ آئینی سہولیات اس لئے حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ وہ براہ راست متشدد کاروائیوں میں شامل نہیں ہوتے۔

قوم پرست باغی اور مذہبی عسکریت پسند دہشت گردی کا استعمال بدامنی، انتشار اور خوف وہراس پھیلانے اور ریاستی طاقت کو نیچا دکھانے کے لئے ایک حربے کے طور پر کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے اور اپنی معاونت بڑھانے کے لئے اور بھی کئی دیگر حربے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ مقامی لوگوں کے لئے سماجی خدمات فراہم کرنا۔ وہ سہولیات کی فراہمی کا متبادل نظام نافذ کرتے ہوئے غیر روایتی انصاف کا نفاذ اور امن وامان کی صورتحال کو یقینی بناتے ہیں جیسا کہ طالبان نے افغانستان میں اور یو این سیکورٹی کونسل کی جانب سے دہشت گرد قرار دیئے جانے والے گروپ تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) نے پاکستانی قبائلی علاقے میں کیا۔ وہ اپنی پروپیگنڈہ مہم بھی چلاتے ہیں اور ان کی وہ سرگرمیاں جو کہ متشدد نہیں ہوتیں ان کے بھی مقاصد وہی ہوتے ہیں۔ لیکن کیا انہیں بھی دہشت گردی کے طور پر لیا جائے گا؟ انسداد دہشت گردی ایکٹ کا سیکشن 6(5) یہ بیان کرتا ہے کہ کوئی بھی ایسا اقدام جو کسی کالعدم جماعت کو فائدہ پہنچائے وہ بھی دہشت گردی میں شمار ہو گا۔ جب تحریک طالبان پاکستان کے سابق ترجمان احسان اللہ احسان نے سال 2017 میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کے سامنے سرنڈر کیا تو اس نے اسی بنیاد پہ اپنے لئے معافی طلب کی کہ وہ ذاتی طور پر ٹی ٹی پی کی دہشت گرد کاروائیوں میں ملوث نہیں رہا بلکہ اس کا کام تو

محض ان کے لئے میڈیا کے معاملات چلاتا تھا[9]۔ تو یہ سوال، کہ کون دہشت گرد ہے؟ کیا صرف وہی افراد دہشت گرد کہلائیں گے جو براہ راست کاروائیوں میں شامل ہیں یا وہ بھی دہشت گرد سمجھے جائیں گے جو براہ راست تشدد میں ملوث نہیں ہیں؟ اور کیا وہ سب جو ایک دہشت گرد کرتا ہے، غیر متشدد کاروائیاں بھی، تو کیا انہیں بھی ہمیشہ دہشت گرد کاروائی ہی سمجھا جائے گا؟ یہ الجھاؤ اس وقت مزید بڑھ جاتا ہے جب کوئی دہشت گردی اور دہشت گرد میں تفریق کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ دہشت گرد عناصر کے لئے مالی معاونت مہیا کرنے کے مقدمے میں گرفتار ہونے سے پہلے[10] جماعت الدعوۃ کے سربراہ حافظ محمد سعید کے قانونی مشیران نے عدالتوں سے سربراہ جماعت الدعوۃ کے لئے ہمیشہ اس بنیاد پہ بریت لی کہ ان پر پاکستان میں کبھی بھی کسی دہشت گرد کاروائی کا حصہ بننے کا الزام ثابت نہیں ہوا۔ اس طرح کی اور دیگر بھی کئی مثالیں موجود ہیں۔

ماسوائے چند ایک استثناء کے ، صوبہ خیبر پختونخوا میں مذہبی عسکریت پسندی کی سیاسی صورتحال اور قوم پرست علیحدگی پسندوں کی سیاسی صورتحال عام طور پر ایک ہی جیسی تھی۔ قوم پرست عسکریت پسند تحریک آزادی کی خاطر لڑے اور مذہبی عسکریت پسندوں کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے زیر اثر علاقوں میں اپنی رٹ نافذ کریں اور اسے آہستہ آہستہ پورے ملک تک پھیلاتے جائیں۔ اس تفریق نے پاکستان میں ایک بڑی الجھن پیدا کئے رکھی اور بخلاف قوم پرست لڑاکوں کے مذہبی عسکریت پسندوں کو عرصے تک سماج کی سطح پہ عوامی بیانیے میں ریاست کا دشمن نہیں سمجھا گیا۔ ان دونوں تحریکوں کے متشدد کردار کو سیاسی تشدد کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے اور یہ صورتحال بغاوت، شورش، دہشت گردی اور سول وار کہلاتی ہے۔ مگر سوال باقی رہتا ہے کہ کسی بغاوت یا شورش میں تشدد کی کون سی قسم کے استعمال کو دہشت گردی کہا جائے گا؟

مذہبی اور قوم پرست دونوں ہی تحریکوں کا کردار اس لحاظ سے باغیانہ ہے کہ یہ دونوں ہی موجودہ نظام کو چیلنج کرتے ہیں۔ اگرچہ مذہبی عناصر کی جدوجہد کا مقصد طاقت اس لئے حاصل کرنا ہے کہ وہ اس سارے نظام کو اپنے مذہبی عقائد کے مطابق تبدیل کریں اور قوم پرست تحریک ریاست سے علیحدگی یا آزادی کی خواہش مند ہے۔ دہشت گردی کی ایک ایسی تشریح جو ایسی تحریکوں کی باغیانہ جہت کو مفصل بیان کرتی ہو، کا تشکیل دیا جانا لازمی ہے۔

جبکہ دوسری جانب متشدد مسلکی گروہ جن کے تنگ نظر مقاصد کا مقصد مخالف مکتبہ فکر کو مختلف طریقوں سے نشانہ بنا کر تشدد کا شکار کرنا ہے، یہ ایسے عناصر ہیں جنہیں براہ راست دہشت گرد قرار دینے میں کوئی امر مانع نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ ماسوائے اپنے مخالف مکتبہ فکر کو زک پہنچانے کے، ایسے گروہوں کا اور کوئی سیاسی مقصد موجود ہی نہیں ہوتا۔

9 Asad Hashim, Exclusive: Pakistani Taliban down but not out, says ex-spokesman, Al-Jazeera April 3, 2020 https://www.aljazeera.com/news/2020/04/exclusive-ehsanullah-ehsan-pakistan-taliban-spokesman-200403075526508.html

10 Rana Bilal, Verdicts in 2 terror financing cases against Hafiz Saeed to be announced on Feb 8, Dawn, February 6, 2020 https://www.dawn.com/news/1532831/verdicts-in-2-terror-financing-cases-against-hafiz-saeed-to-be-announced-on-feb-8

1.2 انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کا سیاسی اثر

وفاقی حکومت کی جانب سے 1997 میں انسداد دہشتگردی ایکٹ کے نفاذ کا مقصد فرقہ وارانہ تشدد پر قابو پانا تھا۔ اس قانون کے دیباچے میں درج تھا کہ خطرناک جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے عدالتی کارروائیوں کو تیز کیا جائے گا جس کے سبب اس کا دائرہ کار وسیع ہو گیا۔ انسداد دہشتگردی ایکٹ 1997 کا سیکشن 6 دہشتگردی کو ان لفظوں میں واضح کرتا ہے جو کوئی بھی لوگوں میں دہشت پھیلائے، یا ایک خاص طبقہ کے لوگوں میں دہشت یا کسی بھی خاص طبقے میں تفریق پیدا کرنے کی کوشش کرے، یا مختلف سماجی گروہوں کے مابین ہم آہنگی کو متاثر کرنے کی کوشش کرے، یا کوئی بھی ایسی حرکت کرے، یا بم کا استعمال کرے، ڈائنامیٹ کا استعمال کرے، یا بارود کا استعمال کرے، یا کسی بھی آتش گیر مادے کا استعمال کرے، آتشیں اسلحے کا استعمال کرے، یا دیگر نوعیت کے خطرناک مادے کا استعمال کرے، یا زہر کا استعمال کرے، یا زہریلی گیسوں کا استعمال کرے، یا کیمیکل کا استعمال کرے، یا کسی دیگر نوعیت کے خطرناک مادے کو اس طرح استعمال کرے جس سے کسی موت واقع ہوتی ہو ، یا چوٹ پہنچتی ہو، یا کسی فرد کو یا افراد کو، یا تباہی پھیلائی جائے، یا نقصان پہنچایا جائے، یا کسی کی جائیداد کو یا کسی بھی سماجی خدمات کی فراہمی میں رخنہ اندازی کی جائے جس سے لوگوں کی زندگیاں متاثر ہوتی ہوں، یا ہتھیاروں کی نمائش کی جائے یا عوامی خدمت کرنے پر مامور اہلکاروں کو دھمکایا جائے تاکہ وہ عوامی خدمت کا اپنا فرض نبھانہ سکیں دہشت گردی کہلائے گا[11]۔

یہ تصور کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہو گا کہ یہ تعریف اور اس میں شامل مجرمانہ سرگرمیاں عمومی فوجداری قانون کے تحت طے کی جا سکتی ہیں۔ سپریم کورٹ کی مشاہدہ بالکل درست ہے کہ دہشت گردی کی تعریف ملک کی سب سے بڑی عدالت میں متنازع معاملہ ہے کیونکہ گزشتہ کئی سالوں کے دوران سپریم کورٹ کی جانب سے تشکیل دیے جانے والے مختلف بینچوں نے مختلف کیسوں کی پیروی کرتے ہوئے دہشت گردی کی اصطلاح کو مختلف طریقوں سے سمجھا اور استعمال کیا ہے۔[12]

انسداد دہشتگردی ایکٹ کو ایک خاص طریقے سے ایک خاص طرح کے سیاسی ماحول میں تجویز کیا گیا تھا۔ جہاں ایک جانب ریاست کی اپنی نگرانی میں افغانستان اور بھارت کے زیر انتظام کشمیر میں عسکریت پسندوں کو حمایت مہیا کی جا رہی تھی تو وہیں دوسری جانب ریاست متشدد فرقہ پرست گروہوں کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی جبکہ ان دونوں گروہوں کے آپس میں قریبی تعلقات موجود تھے۔ 1990 سے لے کر مارچ 2002 تک ملک بھر میں فرقہ وارانہ دہشت گردی کے 1342 واقعات ہوئے جس میں 1016 افراد ہلاک ہوئے[13]۔ ہلاک ہونے والوں میں شیعہ اور سنی سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹرز، سفارتکار، بیوروکریٹس اور سیاسی و مذہبی رہنما شامل تھے۔ انسداد دہشت گردی ایکٹ کے نفاذ کے بعد بھی اس ایکٹ سے استفادہ حاصل کرنے میں کافی وقت لگا۔ انسداد دہشتگردی ایکٹ 1997 کے تحت قائم ہونے والی انسداد دہشت گردی عدالتیں بھی زیادہ سود مند ثابت نہ ہوئیں جس کی دو بڑی وجوہات تھیں۔ پہلی وجہ تو یہ کہ فرقہ پرست دہشت گرد بہت طاقتور

11 Aisha Tariq, Defining Terrorism: Its(Mis) Application and Implications in Pakistan, Policy Perspectives, Volume 16, Number 1, 2019. A journal of Institute of Policy Studies, Islamabad. p. 119.

12 The 2019 Supreme Court judgement on the meanings, scope and import of the term ‘terrorism’.

13 Muhammad Amir Rana, A to Z of Jihadi Organizations in Pakistan, Mashal, Lahore, 2002, pp. 586-587.

تھے اور ریاستی سرپرستی میں افغانستان کے اندر لڑنے والے عسکریت پسندوں کے ساتھ ان کے گہرے تعلقات تھے، اس لیے یہ تفریق کرنا بہت مشکل ہو چکا تھا کہ کون فرقہ پرست دہشت گرد ہے اور کون فرقہ پرست گروپ سے تعلق نہیں رکھتا۔ ایسے فرقہ پرست دہشت گرد جن کا تعلق ریاستی عملداری میں لڑنے والے گروہ سے تھا، انہوں نے ان عدالتوں کو ایک طرح سے غیر معطل کر رکھا تھا، حتیٰ کہ وہ ججوں کو بھی قتل کرتے اور ڈراتے رہے۔ جبکہ دوسری وجہ یہ تھی کہ انسداد دہشت گردی ایکٹ میں دہشت گردی کی تعریف اس قدر مبہم تھی کہ اسے باآسانی سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ بہت سے ایسے سیاستدانوں اور سیاسی کارکنوں کو اس قانون کے تحت عدالتی کارروائیوں کا سامنا کرنا پڑا[14]۔ حتیٰ کہ اس قانون کو بنانے والے سابق وزیراعظم میاں محمد نواز شریف بھی اس قانون سے محفوظ نہیں رہے۔[15]

2 دسمبر 1999 کو جب قرآن جنرل پرویز مشرف نے انسداد دہشتگردی ایکٹ میں دو ترامیم متعارف کروائیں اور سازشوں سے متعلق شقوں کو اس قانون میں شامل کی گیا تو نواز شریف نے خود قانون کا سامنا کیا۔ دوسری جانب سخت گیر فرقہ پرست دہشتگردوں کے خلاف ہونے والی عدالتی کارروائیوں میں طویل تعطل حائل ہوتا رہا۔ اور بہت سے سزا یافتہ قیدی جیلوں کے اندر ہی سے اپنی کاروائیاں کرتے رہے۔ مثال کے طور پر ملک اسحاق جو کہ فرقہ پرست دہشت گرد تنظیم لشکر جھنگوی کے بانی ہیں، انہیں دسمبر 2014 میں ضمانت اس وقت ملی جب انہیں 13 سال سے زیادہ عرصہ جیل میں گزر چکا تھا جبکہ ان پر 70 سے زیادہ فرقہ وارانہ قتلوں کے مقدمات تھے[16]۔ ملک اسحاق نافذ کرنے والے اداروں کے ساتھ ایک مقابلے میں 28 جولائی 2015 کو ہلاک ہوئے۔[17]

انسداد دہشت گردی کی عدالتوں میں دہشت گردی سے متعلقہ کیسوں کی سماعت کے دوران استعداد اور صلاحیت کے مسائل درپیش رہے ہیں اور انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کے مطابق دہشت گردی کی تعریف میں موجود ابہام کے سبب مجرمان کو سزا دلوانے کے عمل میں مدد نہیں ملی۔ انسداد دہشت گردی عدالتوں میں مجرمان کو سزائیں نہ ملنے کے سبب قانون نافذ کرنے والے ادارے ان کے خلاف ماورائے قانون ہتھکنڈے استعمال کرنے پر مجبور ہوتے رہے۔ ایسی ہی ایک اور مثال بدنام دہشت گرد اور لشکر جھنگوی کے بانی ریاض بسراء کی ہے جن پر ایرانی سفارتکار صادق گنجی سمیت 300 سے زائد فرقہ وارانہ قتلوں کے مقدمات درج تھے۔ وہ بھی ایک پولیس مقابلے میں ہلاک ہوئے کیونکہ انسداد دہشت گردی کی عدالتیں ان کے خلاف بھی کسی قانونی نتیجے تک نہیں پہنچ سکی تھیں۔[18]

انسداد دہشت گردی ایکٹ کے سیاسی استحصال کے علاوہ اس ایکٹ میں موجود دہشت گردی کی تعریف نے بھی کافی عدالتی مشکلات پیدا کیں یہاں تک کہ سپریم کورٹ کو اس کا نوٹس لینا پڑا اور اس کی طرف سے یہ فیصلہ سامنے آیا۔

14 Charles Kennedy, The Creation and Development of Pakistan's Anti-terrorism Regime, 1997–2002 https://apcss.org/wp-content/uploads/2011/03/PagesfromReligiousRadicalismandSecurityinSouthAsiach16.pdf

15 Ibid.

16 Malik Ishaq: Pakistan Sunni militant chief killed by police, BBC News, 29 July, 2015 https://www.bbc.com/news/world-asia-33699133

17 Ibid.

18 Muhammad Amir Rana, A to Z of Jihadi Organizations in Pakistan, p. 206.

"انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کے سیکشن 6 میں دہشت گردی کی اصطلاح کے معنی، دائرہ کار اور تشکیل میں جو کہ مختلف اوقات کے دوران ہونے والی ترامیم کے نتیجے میں طے پائی، اس کورٹ میں یہ اصطلاح کچھ عرصے سے تنازع کا باعث ہے اور مختلف کیسوں کے دوران تشکیل دیئے جانے والے بینچز کے معزز ججز نے اس کے متعلق ماضی میں ایک دوسرے سے مختلف رائے دی ہے۔ اور انہوں نے اس اصطلاح کو ایک دوسرے سے مختلف سمجھا اور بیان کیا ہے۔ اس تناظر میں حالیہ لارجر بینچ اس لئے تشکیل دیا گیا ہے کہ اس معاملے پر موجود تنازع کو اب ختم کیا جانا چاہیئے۔" [19]

1.3 دہشت گردی سے متعلقہ قوانین کا غلط استعمال

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ انسداد دہشت گردی ایکٹ کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا رہا اور ملک میں ایسا پہلی بار نہیں ہو رہا تھا کہ کسی خاص قانون کو اس طرح استعمال کیا جا رہا ہو۔ پاکستان میں سیکورٹی سے متعلق قوانین کو سیاستدانوں کے خلاف استعمال کرنے کی پرانی روایت موجود رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیاسی جماعتیں دہشت گردی سے متعلقہ معاملات پہ قانون سازی سے کتراتی رہی ہیں اور عام طور پر انہی قوانین کو نافذ کیا جاتا رہا ہے جو پاکستان کے قانون نافذ کرنے والے ادارے تجویز کرتے رہے ہیں۔ سال 2015 میں جب ایوان بالا یعنی سینٹ میں ملٹری کورٹس کے قیام کے لئے آئین میں اکیسویں ترمیم کے لئے ووٹنگ ہوئی تو پاکستان پیپلز پارٹی کے سینیٹر رضا ربانی نے برملا اپنے اختلاف کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں اس ترمیم کے حق میں ووٹ اپنی پارٹی کے کہنے پہ دے رہا ہوں ورنہ یہ ترمیم ان کے ضمیر کے خلاف ہے اور انہیں اپنے آپ میں اتنی شرمندگی کبھی محسوس نہیں ہوئی جس قدر شرمندگی انہیں ملٹری کورٹس کے قیام کے حق میں ووٹ دے کر ہوئی ہے[20]۔ پروٹیکشن آف پاکستان ایکٹ 2014 اور فیئر ٹرائل ایکٹ 2013 جیسے سیکورٹی سے متعلقہ قوانین کی پارلیمان کی جانب سے توثیق نے قانون نافذ کرنے والے اداروں کو مزید طاقتور کیا ہے اگرچہ ان قوانین پر اس لئے تنقید بھی کی جاتی رہی ہے کہ یہ ملک میں حقوق انسانی کے آئینی لائحہ عمل کے خلاف ہیں [21]۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے مزید طاقت کے خواہش مند نظر آتے ہیں۔ انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 میں تقریباً 2 درجن ترامیم اور پروٹیکشن آف پاکستان ایکٹ 2014 اور فیئر ٹرائل ایکٹ 2013 کے ہوتے ہوئے اس معاملے کی آخری کڑی دہشت گردوں کے تیز رفتار ٹرائل مکمل کرنے کے لئے ملٹری کورٹس کا قیام تھا۔ تاہم ان تمام قانونی ضابطوں کے ہوتے ہوئے بھی دہشت گردی کے بڑے واقعات میں ملوث مجرمان کا تعین کیا جانا ممکن نہیں ہو سکا جو کہ بہت سے پہلوؤں سے ایک تشویش ناک امر ہے۔

---

19 The judgment is accessible on the Supreme Court of Pakistan website: https://www.supremecourt.gov.pk/downloads_judgements/crl.a._95_2019.pdf

20 Raza Rabbani in tears: 'Ashamed to vote against conscience', Dawn, January 6, 2015, https://www.dawn.com/news/1155293

21 Reema Omer, Definition of terrorism, Dawn, November 4, 2019, https://www.dawn.com/news/1514768

1.4 دہشت گردی کی تعریف کے معاملے پر عوامی بیانیہ

پاکستان میں دہشت گردی کی تعریف کے معاملے پر عوامی بیانیے کا رجحان یک جہت ہے اور یہ عسکریت پسندوں کے نظریات اور سیاسی مقاصد کا حامی رہا ہے لیکن اس مقصد کے لئے متشدد ذرائع کا استعمال عوام میں غیر مقبول رہا ہے [22]۔ زیادہ عرصہ پرانی بات نہیں ہے جب عام لوگوں کا یہ یقین تھا کہ طالبان اور دیگر عسکریت پسند گروہ پاکستان میں دہشت گردی میں ملوث نہیں ہو سکتے۔ ملک سے باہر ان کی متشدد کاروائیاں جہاد سمجھی جاتی تھیں [23]۔ اس ابہام کے سبب قانون نافذ کرنے والے اداروں کے حوصلے بہت زیادہ بلند نہیں تھے اور سیکورٹی اداروں کی جانب سے سوات کے فوجی آپریشن سے پہلے یہ تقاضا کیا گیا کہ عوامی سطح پہ عسکریت پسندوں کے خلاف فوجی کاروائی کو مکمل عوامی حمایت حاصل ہونی چاہیئے۔ یہ عوامی حمایت 22 اکتوبر 2008 کو قومی تحفظ کے عنوان سے ہونے والے پارلیمان کے مشترکہ اجلاس میں پاس ہونے والی قرارداد کی صورت سامنے آئی جس میں عسکریت پسندوں کے خلاف فوجی کاروائی کی حمایت کا اعلان کیا گیا [24]۔

اس طرح کی حمایت قانون سازی کے مراحل اور اصطلاحوں میں بھی لازمی ہے، پروٹیکشن آف پاکستان ایکٹ 2014 میں ایسے عناصر کو اجنبی دشمن قرار دینا ایسی ہی ایک مثال ہے [25]۔ سیاسی جماعتیں خاص طور پر قوم پرست جماعتیں، اس وقت حکومت کے ساتھ ہی تھیں جب حکومت نے مذہبی عسکریت پسندوں کے خلاف کاروائی کا فیصلہ کیا۔ لیکن بلوچستان میں برسرپیکار قوم پرست علیحدگی پسندوں کے لئے ان کی حکمت عملی ان کے ساتھ مذاکرات کی تھی۔ 24 نومبر 2009 [26] کو پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے آغاز حقوق بلوچستان نامی پیکج کا اعلان کیا جس کا مقصد صوبے کی طویل محرومی کو دور کرنا اور وہاں کی عوام کو بہتر سہولیات مہیا کرنا تھا۔ اس پیکج کے تحت جلاوطن بلوچ قیادت کے ساتھ سیاسی مکالمے کا آغاز ہوا تا کہ انہیں یہ موقع دیا جائے کہ وہ وطن واپس آکر مرکزی دھارے کی قومی سیاست میں شامل ہو سکیں۔ تاہم یہ مرحلہ چند نیم دلانہ کاوشوں کے بعد دم توڑ گیا۔ حتیٰ کہ نیشنل ایکشن پلان میں بھی، جو کہ 2015 میں دہشت گردی کے خلاف قومی حکمت عملی کے طور پر ترتیب دیا گیا تھا، سیاسی جماعتیں نے بلوچستان کے معاملے پر مصالحت کے عمل کے لئے رضامندی ظاہر کی [27]۔ لیکن علیحدگی پسند تحریکوں کے معاملے پر سیکورٹی اسٹیبلشمنٹ کا رویہ سخت رہا۔ قوم پرست جماعتیں دہشت گردی سے متعلقہ قوانین سازی کے معاملے پر خائف رہیں۔

---

22 Alex P. Schmid, Public Opinion Survey, Data to Measure Sympathy and Support for Islamist Terrorism: A Look at Muslim Opinions on Al-Qaeda and IS, ICCT Research Paper, February 2017, https://icct.nl/wp-content/uploads/2017/02/ICCT-Schmid-Muslim-Opinion-Polls-Jan2017-1.pdf

23 The militant print media.

24 Call for urgent review of war on terror: Joint session adopts resolution, Dawn, October 23, 2008, https://www.dawn.com/news/326676

25 https://nacta.gov.pk/wp-content/uploads/2017/09/PROTECTION-OF-PAKISTAN-ORDINANCE.pdf

26 Aghaz-e-Haqooq-e-Balochistan package, Business Recorder, December 3, 2009, https://fp.brecorder.com/ 2009/12/20091203992486/

27 NAP implementation, NACTA website, https://nacta.gov.pk/nap-monitoring/

1.5 کیا صرف دہشت گردی ہی ایک مسئلہ ہے؟

قومی پرستانہ نسلی تنازعات اور شورش سے لے کر متشدد مذہبی انتہاء پسندی تک، پاکستان کا سیکورٹی منظر نامہ بہت وسیع سطح تک پھیلا ہوا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خاص نوعیت کی قانونی اور سیاسی اصطلاحات بھی وجود پاتی گئیں تاکہ غیر ریاستی عناصر کی جانب سے پیدا کئے گئے خطرات کی باقاعدہ نشاندہی کی جاسکے۔ مذہبی انتہاء پسندی نے ان اصطلاحوں کو پیچیدہ بنادیا خاص طور پر جب انہیں دہشت گردی کے تناظر میں بیان کیا جاتا تھا۔ عوامی بیانئے کی سطح پہ انتہاء پسندی اور بنیاد پرستی کو دہشت گردی کے اس قدر قریب سمجھا گیا کہ بعض اوقات ان کے درمیان تفریق مشکل ہوگئی۔ دہشت گردی کی اصطلاح خاص طور پر پاکستانی تناظر میں قوم پرستانہ تحریک کے متشدد اظہار کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ سیکورٹی اداروں نے وہ اصطلاحیں اختیار کیں جو انہیں ان کے خاص تناظر میں فائدہ پہنچاتی تھیں۔

مثال کے طور پر انٹر سروسز پبلک ریلیشنز آئی ایس پی آر، جو کہ افواج پاکستان کا شعبہ تعلقاتِ عامہ ہے، عام طور پر پشتون تحفظ موومنٹ پی ٹی ایم کو تحریک طالبان پاکستان ٹی ٹی پی کے برابر جوڑتا ہے جو کہ ایک اعلانیہ کالعدم دہشت گرد گروہ ہے[28] جبکہ پشتون تحفظ موومنٹ کی قیادت اپنی تحریک کو پرامن جدوجہد قرار دینے کا دعویٰ کرتے ہیں[29]۔ ایسا ہی معاملہ متحدہ قومی موومنٹ کے الطاف حسین گروپ کے ساتھ روا رکھا گیا ہے جسے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے پریس میں ایک دہشت گرد گروہ کے طور مراد لیا جاتا ہے[30]۔ اگر دہشت گردی سے مراد تشدد کا استعمال ہی ہے، تو حکام کی مرضی و معاونت کے ساتھ یا اس کے بغیر ایسی نجی ملیشیا بنانا جنہیں خیبر پختونخواہ کے سابقہ فاٹا یا بلوچستان میں ریاست مخالف لڑاکا گروہوں کے خلاف ان کا استعمال کیا جاتا ہو، یہ بھی دہشت گردی کے زمرے میں شمار ہوگا۔ جبکہ ان نجی لشکروں کو "قانونی" تصور کیا جاتا ہے۔اس کے باوجود کہ ان نجی لشکروں کو کوئی آئینی تحفظ نہیں ہے اور آئین پاکستان کے تحت کسی کو بھی نجی لشکر تشکیل دینے کی اجازت نہیں دی گئی۔ دوسرا سوال جو یہاں جنم لیتا ہے وہ سیاسی جماعتوں سے متعلق ہے جو کہ مختصر عرصے کے لئے تشدد کا استعمال کر چکی ہیں یا وہ مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث رہی ہیں تو کیا انہیں بھی دہشت گرد قرار دیا جائے؟ دہشت گردی کی ایک مکمل اور جامع تعریف ہی اس مسئلے کو حل کر سکتی ہے۔ تاہم اس موضوع پر ابھی تک بھی کھلی بحث کا آغاز نہیں ہوا اور چاہے سیاسی تشدد کا میدان ہو، شورش ہو یا مذہبی عسکریت پسندی، ان تمام اصطلاحوں کی وضاحت کا طے کیا جانا ابھی تک حل طلب معاملہ ہے۔

دہشت گردی کی اصطلاح کی وضاحت کی کوشش اس وقت سود مند نہیں ہوگی جب تک اہم عالمی نکتہ ہائے نظر اس بحث کا حصہ نہیں بنائے جاتے کیونکہ پاکستان یو این سیکورٹی کونسل کی قرارداد برائے انسداد دہشت گردی سمیت بہت سے عالمی معاہدوں کا حصہ ہے۔ یہ مان بھی لیا

28 Imran Mukhtar, Pak Army exposes PTM, The Nation, April 30, 2019, https://nation.com.pk/30-Apr-2019/pak-army-exposes-ptm

29 The header of the official page of PTM on twitter carried the message “PTM is advocating for the protection and rights of Pashtuns” https://twitter.com/pashtuntm_offi?lang=en

30 For example, see the headline of a press briefing reported by The Express Tribune on April 14, 2017 ‘Rangers foil alleged MQM-London terror bid, seize arms’ cache in Karachi’, https://tribune.com.pk/story/1383639/rangers-foil-alleged-mqm-london-terror-bid-seize-arms-cache-karachi/

جائے کہ پاکستان خود اپنی سطح پہ سیاسی و نظریاتی الجھنوں کا شکار ہے تاہم عالمی دنیا بھی ابھی تک دہشت گردی کی بین الاقوامی طور پر متفقہ تعریف کی تلاش میں ہے۔اس معاملے میں علمی کوششیں بھی ابھی تک حتمی نتائج تک نہیں پہنچیں۔ مگر یہ کاوش پاکستان کے لئے ایک بہتر تناظر تشکیل دینے میں مددگار ثابت ہوگی کہ دنیا بھر میں کس طرح علمی وسیاسی بیانیوں میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ہم کس طرح اس تعریف کے فلسفیانہ پہلوؤں کو بہتر انداز میں سمجھ سکتے ہیں۔

2. اصطلاحیں اور بیانئے

اصطلاحیں ایسے مظاہر کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں جو بارہا ہماری توجہ اپنی جانب کھینچتے ہیں اور وہ کسی ردعمل کے متقاضی ہوتے ہیں۔ جامع اصطلاحیں انداز فکر کو واضح کرنے میں مددگار ہوتی ہیں اور ان کی مدد سے درکار عمل طے پائے جاتے ہیں۔ جبکہ مبہم اصطلاحیں الجھاؤ پیدا کرتی ہیں اور ردعمل کو سست کرتی ہیں یا عملی دائرہ کار میں غلط رہنمائی کرتی ہیں۔ کیمبرج کی لغت میں اصطلاح سے مراد ایک خاص لفظی ترکیب یا ایسا لفظی اظہار ہے کو ایک خاص موضوع یا سرگرمی کو سمجھنے کے لئے وضع کیا گیا ہو[31]۔ اس کے برعکس مریم ویبسٹر لغت اس کی تشریح دو طرح سے کرتی ہے؛ اولاً تکنیکی یا خاص اصطلاحیں جو کہ کاروبار، آرٹ، سائنس یا کسی خاص مضمون سے متعلقہ ہوں، اور ثانیاً علم اصطلاحات کے شعبے کو بیان کرنے کے لئے [32]۔ ان دونوں صورتوں میں اصطلاحیں ایک منظم سوچ کا نتیجہ ہوتی ہیں جبکہ کسی اصطلاح کی وضاحت کسی پیچیدہ تصور کو ایک آسان پیرائے میں بیان کرنے کا نام ہے جس میں اس خاص مظہر کی حدود بتائی جائیں۔ وضاحت کے لئے لازم ہے کہ وہ اس سے ملتی جلتی اصطلاحوں کے درمیان تفریق بھی کر سکتی ہو۔ الغرض وضاحت ایک جملہ ہے جس میں کسی خاص چیز کی یا عمل یا مرحلے کی یا کسی لفظ کی یا الفاظ کے مجموعے کی اصل حقیقت بیان کی جاتی ہے اور اس کی حدود و قیود کا تعین کیا جاتا ہے [33]۔

کسی بھی اصطلاح پہ اختلاف یہ ظاہر کرتا ہے کہ مرحلہِ فکر ابھی تک مکمل نہیں ہوا یا یہ کہ ابھی تک اس میں تضاد موجود ہے اور کچھ مسائل ابھی باقی ہیں جنہیں پہلے طے کیا جانا لازم ہے۔ تاہم حقیقی زندگی کے پیرائے مشکلات جلد ظاہر ہو سکتی ہیں جو فی الفور ردعمل کا تقاضا کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں اصطلاحات کا سوال التوا کا شکار ہو جاتا ہے، ریاستیں اور سماج پہلے پہل اپنے ردعمل پہ توجہ دیتے ہیں۔ بعض صورتوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی معاملے پر ردعمل اور اس کی جانچ کا فلسفیانہ مرحلہ ساتھ ساتھ طے پائے۔ کسی بھی مظہر کی وضاحت کا مرحلہ ایسی صورت میں طویل اور مشکل ہو سکتا ہے جب کسی گروہ کے سیاسی، سماجی، معاشی اور نظریاتی مفادات کا معاملہ درپیش ہو۔ عالمی اور علاقائی پس منظر میں دہشت گردی کی وضاحت اس تناظر کی ایک بڑی مثال ہے۔

آئندہ مرحلے میں ہم دہشت گردی کی وضاحت میں حائل پیچیدگیوں کا تذکرہ کریں گے۔

اس دوران ہم صرف ان اصطلاحات پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں گے جو ریاست اور غیر ریاستی عناصر نے سیاسی تشدد اور ملک میں دیگر نوعیت کے مذہبی نسلی تنازعات کو بیان کرنے کے لیے بنا رکھی ہیں جو بہر حال پاکستان میں دہشت گردی کے بیانیے کو تشکیل دیتی ہیں اگرچہ دہشت گردی کی ایک جامع تعریف کا طے کیا جانا ابھی باقی ہے۔

31 https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/terminology
32 https://www.merriam-webster.com/dictionary/terminology
33 https://www.merriam-webster.com/dictionary/definition

2.1 سیاسی اختلاف اور سیکورٹی سے متعلقہ قانون سازی

پاکستان میں ماہرین امور سیاست اور آئینی ماہرین اس معاملے پر متفق ہیں کہ سیاسی تشدد اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے بنائے گئے قوانین ان سیاسی اختلافات پر بھی استعمال ہوئے ہیں جنھیں حکام کی نظر میں ریاست مخالف سرگرمی شمار کیا جاتا ہے[34]۔ قیام پاکستان کے بعد سے ریاست کی جانب سے سیاسی اختلاف کو ایک وطن مخالف سرگرمی سمجھا جاتا رہا ہے اور اسے طاقت کے غلط استعمال، کرپشن، امن عامہ کو نقصان پہنچانے یا اس سے بھی بڑا جرم تصور کیا جاتا رہا ہے۔ اس معاملے پر جو بیانیہ آج ہمیں نظر آتا ہے اس کا آغاز پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان نے 1949 میں کیا جب انہوں نے پبلک اینڈ ریپریزنٹیٹو آفس ڈس کوالیفیکیشن ایکٹ (پروڈا) متعارف کروایا تاکہ سیاسی آزادیوں کو کچلا جا سکے۔ فوجی آمروں اور سویلین حکمرانوں نے بھی اس روایت کی پیروی کی اور مختلف آرڈیننسز، ایکٹ آف پارلیمنٹ اور قانون سازیوں کے تحت ایسے قوانین بنائے جنھوں نے مختلف نوعیت کے سیاسی اور داخلی سیکورٹی مفادات کو پورا کیا[35]۔ فوجی آمر ایوب خان نے "پروڈا اور ایبڈو" ان دونوں قوانین کو سیاسی مخالفت اور قوم پرست جماعتوں کو کچلنے کے لئے ملک کے دونوں حصوں میں یعنی مشرقی اور مغربی پاکستان میں اس کا استعمال کیا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے 1974 میں اسی مقصد کے تحت اینٹی نیشنل ایکٹیویٹیز ایکٹ متعارف کروایا۔ حتیٰ کہ داخلی سلامتی کے لیے بنائے گئے قوانین کو خود سویلین حکومتوں نے متشدد عناصر کے ساتھ ساتھ سیاسی مخالفین کے خلاف بھی استعمال کیا۔

سیاسی اصطلاحات کو ایک خاص طرح کی سیاسی ماحول میں پروان چڑھایا گیا۔ اسٹیبلشمنٹ، مذہبی اور سیاسی عناصر نے خاص طور پر ان اصطلاحوں کو اپنے مخالفین کی کردار کشی کے لیے استعمال کیا۔

ان اصطلاحوں کو پالیسی کی سطح پر، سیاست میں، مذہب میں اور عوامی بیانیوں میں بہت صراحت سے استعمال کیا جاتا رہا۔ ہر ایک اصطلاح کے لیے خاص طرح کی صورتحال بھی تشکیل پا چکی ہے اور جب ان اصطلاحوں کو استعمال کیا جاتا ہے تو ان کے استعمال کا مقصد اور تناظر کا سمجھنا بہت آسان ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر امن عامہ کو یقینی بنانے کے لیے متعارف کروائے گئے قوانین میں، لاء اینڈ آرڈر کو برقرار رکھنے کے لئے، سیاسی مخالفت کو کچلنے کے لیے، یا قوم پرست خیالات کو دبانے کے لئے جو مشابہ اصطلاحات بنائی گئی ہیں ان میں کرپشن، دشمن، باغی، سازشی، وطن دشمن، شرپسند۔ عسکریت پسند، دشمن یا دہشت گرد کی اصطلاحیں شامل ہیں۔

عقلی طور پر یہ مشابہت بظاہر بہت سادہ لگتی ہے مگر جب کسی اصطلاح کو توڑ کر اس کی ساخت ملاحظہ کریں تو سیاست، حب الوطنی، مذہب اور ریاستی اداروں کے مابین طاقت کے توازن کے مسائل سامنے آ جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر اسٹیبلشمنٹ کا حامی میڈیا اور رائے ساز، مشرقی پاکستان، بلوچستان، خیبر پختونخواہ اور سندھ کے قوم پرستوں کے متعلق بات کرتے ہوئے انہیں غدار سے تشبیہ دیتے ہیں، یوں ان کے ساتھ بدنامی کا کلنک جڑ جاتا ہے۔ لوگ ان اصطلاحوں کو خاص تناظر میں دیکھنے کے عادی ہو گئے اور جب ان اصطلاحوں کو خاص تناظر سے ہٹ کر

34 Khurshid Iqbal, Niaz A. Shah, Defining Terrorism in Pakistani Anti-Terrorism Law, Global Journal of Comparative Law, 2018, https://brill.com/view/journals/gjcl/7/2/article-p272_272.xml?language=en

35 Shabana Fayyaz, Responding to Terrorism: Pakistan's Anti-Terrorism Laws, Vol. 2, No. 6, 2008, Perspectives on Terrorism, http://www.terrorismanalysts.com/pt/index.php/pot/issue/view/12

استعمال کیا جائے تو عوام کو انہیں سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے مثال کے طور پر جب ایک مذہبی رہنما کو غدار کہا جائے گا تو عام آدمی کے کانوں کو یہ بات بہت انہونی محسوس ہوگی۔ پاکستان میں عوامی رائے کو غدار، شرپسند اور نائن الیون کے بعد مذہبی عسکریت پسندوں کو دشمن جیسی اصطلاحوں کے ساتھ جڑے مختلف مفاہیم سمجھنے میں کچھ وقت لگا۔

اس سے پہلے کہ ہم اصطلاحوں کی مزید گہرائی میں جائیں سب سے پہلے مشہور اصطلاحوں کا مختصر جائزہ لیتے ہیں جو کہ ملک میں سیاسی اختلاف، سیاسی تشدد، مزاحمت کاری اور دہشت گردی کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ چونکہ دہشت گردی کی اصطلاح عام طور پر دیگر ملتی جلتی اور انجان اصطلاحوں کے ساتھ گڈمڈ ہو جاتی ہے لہذا بہتر ہوگا کہ ان کا ایک جائزہ لے لیا جائے۔ ایسی بہت سی اصطلاحیں سیاسی مخالفین کے لئے استعمال کی جاتی ہیں جن کا تشدد کے استعمال یا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

2.2 بدعملی، نافرمانی، سازش، وطن دشمن اور غیر ملکی دشمنی کے بیانئے

بدعملی: اس اصطلاح کی جڑیں پاکستان کے ماضی یعنی برطانوی راج میں پیوست ہیں۔ برطانوی راج نے اس اصطلاح کو استعمال کرتے ہوئے سیاسی مخالفین کو کچلا۔ پاکستان بننے کے بعد "بدعمل" کی اصطلاح حقوق انسانی کو دبانے کے لیے استعمال کی گئی۔ اقبال اور شاہ بیان کرتے ہیں کہ پاکستان کے ابتدائی سالوں میں حکومت کو مشرقی اور مغربی پاکستان میں سیاسی مخالفت کا سامنا تھا اور آئین کی غیر موجودگی، سیاسی ساخت اور سیاسی توازن کے حصول میں بڑی رکاوٹ تھی۔ 1949 میں پاکستان کی مجلس قانون سازنے "بدعمل" کی اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے اسے رشوت، ڈکیتی، من پسندی، اقربا پروری، بدانتظامی، عوامی مال کی چوری، یا طاقت اور عہدے کے غلط استعمال کے لیے مختص کیا[36]۔ مختلف مواقع پہ اس اصطلاح کے مخصوص استعمال نے اسے متنازعہ بنادیا[37]۔

نافرمانی: پاکستان کے ابتدائی سالوں میں حکومت نے برطانوی ہند کے قوانین کو استعمال کیا، خاص طور پر کوڈ آف کرمنل پروسیجر کو، تاکہ ریاست مخالف سرگرمیوں کو کچلا جاسکے[38]۔ ایک اور مشہور اصطلاح جو کہ برطانوی راج سے ورثے میں ملی وہ نافرمانی کی تھی، جسے لاء اینڈ آرڈر کو برقرار رکھنے کے لئے استعمال میں لایا گیا۔ اس تناظر میں نافرمان سے مراد وہ بدترین جرم ہے جو غداری کے قریب ہے۔ برصغیر میں تحریک آزادی کے دوران نافرمانی کی تحریک سیاسی جماعتوں کے پاس وہ آخری ہتھیار ہوتی تھی جسے وہ نوآبادیاتی طاقت کے خلاف احتجاج کے طور پر استعمال کرتی تھیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنی جدوجہد آزادی کے دوران 1947 میں پنجاب اور شمال مغربی سرحدی صوبے میں برطانوی حکومتوں کی جانب سے حکومتوں کے قیام کے خلاف نافرمانی کی 2 مشہور تحریکیں چلائیں۔ پنجاب میں یہ تحریک کامیاب ہوئی اور خضر حیات ٹوانہ کی قیادت میں یونینسٹ پارٹی کی حکومت نے استعفیٰ دے دیا، جبکہ شمال مغربی سرحدی صوبے میں یہ تحریک اس وقت چلتی رہی جب تک حکومت نے 3

36 Iqbal & Shah, Defining Terrorism in Pakistani Anti-Terrorism Law.

37 Shabana Fayyaz, Responding to Terrorism: Pakistan's Anti-Terrorism Laws.

38 Ibid.

جون کے تقسیم ہند منصوبے کا اعلان نہیں کر دیا جس کے تحت فیصلہ ہوا کہ اس صوبے میں استصواب رائے کروایا جائے گا تاکہ یہاں کے باشندے اپنی مرضی سے یہ فیصلہ کر سکیں کہ کیا وہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا ہندوستان میں [39]۔

ریاست پاکستان میں نافرمانی کی تحریک اتنا ہی خطرناک جرم قرار پایا جس قدر یہ برطانوی راج میں تھا۔ 1952 میں سیکورٹی آف پاکستان ایکٹ متعارف کروایا گیا۔ جس کے تحت حکومت کے پاس بہت سی طاقت آ گئی، وہ کسی بھی شخص کی نقل و حرکت کو معطل کر سکتی تھی، اس کی نظربندی کے احکامات جاری کر سکتی تھی۔ کسی بھی شخص کو بلا مشروط یا ایک خاص مدت تک آزاد کر سکتی تھی۔ اس ایکٹ کے کسی بھی حکم کی خلاف ورزی نافرمانی شمار ہوتی تھی جس کی سزا 6 مہینے قید یا جرمانہ یا دونوں ہو سکتی تھیں [40]۔

سازشی: پاکستان بننے کے فوراً بعد ہی چند بائیں بازو کے حامی فوجی افسران کو حکومت وقت کے خلاف سازش کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ یہ کیس راولپنڈی سازش کیس کے نام سے مشہور ہوا [41]۔ اگرچہ یہ سازش جس کی جانب اشارہ دیا گیا[42] کبھی عملاً ہو نہیں سکی کیونکہ اس میں ملوث افراد کو کسی عملی اقدام سے پہلے ہی گرفتار کر لیا گیا تھا تاہم پاکستانی تاریخ پر اس کیس کے طویل مدت اثرات رونما ہوئے۔ کیونکہ سازشی کی اصطلاح بائیں بازو کے سیاسی کارکنوں کے لئے ایک بدنامی کے طور پر جوڑ دی گئی۔ اس زمانے میں بائیں بازو کی سوچ کی حامل جماعتوں میں اکثر کا تعلق بلوچستان، شمال مغربی سرحدی صوبہ (حالیہ خیبر پختونخواہ) مشرقی پاکستان اور اندرون سندھ سے تھا۔ ان جماعتوں نے قوم پرست ایجنڈا بھی اپنائے رکھا۔ اس کے سبب ریاست اور ریاستی اداروں کو انہیں بدنام کرنے میں آسانی رہی اور یوں پاکستان میں بائیں بازو کی سیاست کو سازش کے برابر سمجھا جانے لگا۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد پاکستان نے کمیونسٹ مخالف بلاک میں شمولیت اختیار کر لی اور خطے میں امریکہ کا اہم اتحادی بن گیا۔ اس صورتحال نے ملکی اشرافیہ پر یہ اثر ڈالا کہ وہ بائیں بازو کی حامل سیاست کے خلاف سخت گیر رویہ اپنانے لگی۔

وطن مخالف: 1958 میں آرمی چیف جنرل ایوب خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ فوجی حکومت نے ملٹری کورٹس بنائے اور 26 نومبر 1958 کو ان کی حکومت نے سیکورٹی آف پاکستان ایکٹ 1952 نافذ کر دیا۔ ڈیفنس آف پاکستان آرڈیننس 1955، ڈیفنس آف پاکستان رولز 1965 بھی انہی کے دور حکومت میں ہی سیاسی سرگرمیوں کے خلاف بنائے گئے قوانین تھے [43]۔ ان قوانین کا مقصد تصوراتی نوعیت کی وطن دشمن سرگرمیوں کو دبانا تھا۔

---

39 Dr. Riaz Ahmed, An Aspect of the Pakistan Movement: Muslim League's Civil Disobedience Movement against the NWFP Ministry of Dr. Khan Sahib (February 20 - June 4, 1947) http://www.nihcr.edu.pk/Latest_English_Journal/An_Aspect_of_the_Pakistan_Movement.pdf

40 Iqbal & Shah, Defining Terrorism in Pakistani Anti-Terrorism Law.

41 The officers who planned the conspiracy gave three reasons for their attempted coup d'etat: the economic plight of the country, weakness of the government in handling the war with India over Kashmir and incompetence of government in internal and external affairs.

42 Abdul Majeed Abid, The Rawalpindi Conspiracy, The Friday Times, December 12, 2014, https://www.thefridaytimes.com/the-rawalpindi-conspiracy/

43 Shabana Fayyaz, Responding to Terrorism: Pakistan's Anti-Terrorism Laws.

اسی طرح انٹی نیشنل ایکٹیویٹیزایکٹ 1974 کو ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے متعارف کروایا تھا اس کا مقصد ایسی سرگرمیوں کو مجرمانہ قرار دینا تھا جو ملک کو توڑنے، اس کی سالمیت کو جھٹلانے، زمینی حدود کو پامال کرنے، نسلی و لسانی حساسیت کو ہوا دینے، یا ایسے تصور کا پرچار کرنے میں لگی ہوں جس کے مطابق پاکستان کے شہری ایک سے زیادہ اقوام پر مشتمل ہیں۔ اس قانون کا تناظر سمجھنا زیادہ مشکل نہیں کیونکہ یہ 1971 میں مشرقی پاکستان کے جدا ہو جانے کے بعد لایا گیا تھا مگر اس کا اصل مقصد شمال مغربی سرحدی صوبے اور بلوچستان میں قوم پرست اپوزیشن سیاسی جماعتوں کو دبانا تھا۔[44]

دہشت گرد: اقبال اور شاہ بیان کرتے ہیں کہ "سپریشن آف ٹیررسٹ ایکٹیویٹیز (اسپیشل کورٹس) ایکٹ (ایس ٹی اے) 1975 (پاکستان میں) وہ پہلا قانون تھا جس میں لفظ ٹیررسٹ یعنی دہشت گرد استعمال ہوا تھا۔ ایس ٹی اے نامی یہ قانون بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبے میں اپوزیشن کی قوم پرست سیاسی جماعتوں کے احتجاج کو کچلنے کے لئے لایا گیا تھا۔ اس کے دو مقاصد تھے، پہلا: سبوتاژ، بغاوت اور دہشت گرد کاروائیوں کی روک تھام یقینی بنانا اور دوسرا مقصد یہ تھا جو لوگ ایسی سرگرمیوں میں ملوث پائے جائیں انہیں تیز رفتار ٹرائل کے بعد سزائیں دلوانا۔ اگرچہ اس قانون کے تحت بیان کئے گئے تینوں جرائم کی تشریحات کو بیان نہیں کیا گیا تا کہ آخر ان جرائم سے مراد کیا ہے؟[45]

دہشت گردی: سب سے پہلے پاکستان کی سیاسی اور قانونی لغت میں لفظ دہشت گرد آیا اور پھر اس کے فوری بعد دہشت گردی کا لفظ بھی پاکستان میں استعمال ہونے لگا۔ 1974 کا آرڈیننس جو کہ چند ماہ بعد "سپریشن آف ٹیررسٹ ایکٹیویٹیز (اسپیشل کورٹس) ایکٹ 1975 بن گیا، پاکستان کی آئینی تاریخ میں نئے باب کا آغاز تھا جب دہشت گرد کاروائیوں اور دہشت گردوں سے نمٹنے کے لئے خصوصی قوانین اور خصوصی عدالتیں ایک معمول[46] بن گئی تھیں۔ 1997 میں آنے والے انسداد دہشت گردی ایکٹ میں پہلی بار دہشت گردی کی اصطلاح کی وضاحت بھی دی گئی۔ یہ قانون ملک میں فرقہ وارانہ قتل و غارت کے بڑھتے ہوئے واقعات کی روک تھام کے لئے متعارف کروایا گیا تھا اور اس میں درج دہشت گردی کی وضاحت کا متن ایسی کاروائیوں کو جرائم میں شامل کرتا ہے جو متشدد نوعیت کی حامل ہوں۔

اجنبی دشمن: یہ اصطلاح اس وقت رائج ہوئی جب "پروٹیکشن آف پاکستان ایکٹ 2014 متعارف کروایا گیا[47]۔ یہ اصطلاح پاکستان آرمی ایکٹ کی شق نمبر 8 سے مستعار لی گئی تھی[48] اور اسے سول آئینی حدود میں لایا گیا تھا۔ نیشنل کاؤنٹر ٹیررازم اتھارٹی (نیکٹا) کی ویب سائٹ پہ درج متن کے مطابق اجنبی دشمن ایسے شخص کو کہتے ہیں جو پاکستان میں اپنی شہریت ثابت نہ کر سکے اور اس پہ شک ہو کہ وہ پاکستان کے خلاف جنگی کاروائیوں میں ملوث ہے یا پاکستان کے خلاف بغاوت کر رہا ہے، یا اس کی زمینی حدود کو پامال کر رہا ہے یا ان سرگرمیوں میں ملوث ہے جو اس قانون کی شیڈول لسٹ میں بیان کی گئی ہیں۔ اس قانون کی شیڈول لسٹ میں درج سرگرمیوں کی فہرست بہت طویل ہے، ان میں اکثر انسداد

44 Iqbal & Shah, Defining Terrorism in Pakistani Anti-Terrorism Law.

45 Ibid.

46 Shabana Fayyaz, Responding to Terrorism: Pakistan's Anti-Terrorism Laws.

47 Ibid.

48 Ahmer Bilal Soofi, Legal aspects of operation, Dawn, July 12, 2014 https://www.dawn.com/news/1118645

دہشت گردی ایکٹ 1997 کی شق 6 میں پہلے ہی بیان کی گئی ہیں اور اس میں وہ جرائم بھی شامل کئے گئے ہیں جو پاکستانی کی زمینی حدود سے باہر قومی مفادات کے خلاف ہوں یا ایسے سائبر کرائم جن کا مقصد پاکستان میں غیر ملکی مفادات کو نقصان پہنچانا ہو۔[49]

2.3 فریڈم فائٹرز، آزادی پسند، علیحدگی پسند، پراری اور شر پسند گوریلا،

یہ تمام اصطلاحیں جو کہ اس حصے میں بیان کی گئی ہیں ان کا مختلف مقاصد کے لئے پاکستان کے سیاسی بیانئے میں استعمال ایک عرصے سے کیا جارہا ہے۔

شر پسند، گوریلا، علیحدگی پسند: مکتی باہنی، جو کہ مشرقی پاکستان (حالیہ بنگلہ دیش) میں علیحدگی پسند تحریک تھی، جسے بھارت میں گوریلا کاروائیوں کی تربیت فراہم کی گئی تھی۔ ان کے متعلق ایسی سیاسی جماعتیں جو قومی وحدت کو برقرار رکھنے کے لئے سیاسی مصالحت کاری پہ یقین رکھتی تھیں، وہ انہیں باغی یا شر پسند کہہ کر بیان کرتی تھیں۔ جبکہ ریاست اور ریاستی اداروں کی جانب سے انہیں غدار، سازشی اور عسکریت پسند کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ بہت سی سیاسی جماعتیں جن میں بلوچستان کی قوم پرست جماعتیں بھی شامل تھیں، ان شورش پسندوں کو "ناراض نوجوان"، گمراہ متشدد عناصر اور علیحدگی پسند کہہ کر پکارتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کے ساتھ مکالمے اور مصالحت کا دروازہ کھلا رہے۔ تاہم سخت گیر قوم پرستوں نے تشدد کا رستہ اختیار کرنے والوں سے نرم رویہ رکھا اور اپنی تحریکوں میں انہیں خوش کرنے کے لئے گوریلا، آزادی پسند گروہ کہہ کر پکارتے رہے۔

متشدد علیحدگی پسند سخت گیر قوم پرست تحریکوں سے حوصلہ پکڑتے ہیں اور کسی نہ کسی ایک مرحلے پہ ان جماعتوں کا حصہ رہ چکے ہوتے ہیں۔ سیکورٹی اداروں کا بلوچ علیحدگی پسندوں سے متعلق بھی وہی موقف ہے جو مشرقی پاکستان کے علیحدگی پسندوں سے متعلق تھا۔ ماہر امور سیاسیات ڈاکٹر طاہر امین ریاست کے غیر لچکدار رویئے کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں "فیصلہ ساز قوتیں قیام پاکستان سے ہی نسلی و قومیت پسند سیاسی تحریکوں کے خلاف رہی ہیں۔ قومی تعمیر کے لیے ان کی کوششیں اس طرح سے بھی سودمند ثابت نہیں رہیں کہ 1959 تا 1970 بنگالی قوم پرست تحریک بہت مضبوط ہوئی اور بالآخر 1971 میں تیسری پاک بھارت جنگ کے نتیجے میں ملک دو ٹکڑے ہو گیا[50]۔ ریاستی نکتہ نظر کے مختلف نکات اور متشدد عناصر مصالحتی عمل کے مراحل سے کوئی سیاسی استفادہ حاصل کر سکتے ہیں لیکن جب معاملہ دہشت گردی کے معنی تلاش کرنے کا ہو تو یہ اختلافات کسی اتفاق رائے تک پہنچنے کے لئے مشکلات پیدا کر سکتے ہیں۔

پراری: دوسری جانب متشدد عناصر خود کو قوم کا مسیحا اور اس کے وسائل کا محافظ سمجھنے کے ساتھ ساتھ خود کو ریاستی اداروں کے مظالم کا متاثرہ فریق سمجھتے ہیں[51]۔ انہوں نے اپنے لئے کئی اصطلاحات بھی بنا رکھی ہیں جن کا کوئی تاریخی اور ثقافتی پس منظر ہوتا ہے یا وہ دیگر ہم خیال تحریکوں

49 https://nacta.gov.pk/wp-content/uploads/2017/09/PROTECTION-OF-PAKISTAN-ORDINANCE.pdf

50 Tahir Amin, Ethno-National Movements of Pakistan Domestic and International Factors (Islamabad: Institute of Policy Studies, 1988), pa. 3.

51 Brian M. Jenkins, International Terrorism: A New Kind of Warfare, The Rand Corporation, 1974, California.

سے مستعار لی ہوئی ہیں جو دنیا کے کسی اور خطے میں اپنے حقوق کی جنگ لڑ رہی ہیں۔ مثال کے طور پر 70 کی دہائی میں بلوچ علیحدگی پسندوں نے اپنی تحریک کو شناخت دینے کے لئے بلوچی زبان کا لفظ "پراری" چن لیا۔ پراری اصطلاحاً ایسے فرد یا گروہ کہتے ہیں جن کے کچھ تحفظات یا تقاضے ہوں اور وہ گفتگو کے ذریعے حل نہ ہو سکتے ہوں۔ سیلگ ہریسن، جنہوں نے 70 اور 80 کی دہائیوں کی بلوچ تحریکوں پہ گہری تحقیق کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ بلوچ تحریک کے نمونے کے لئے شیر محمد اور اس کے ساتھیوں نے چین، الجزائر، ویت نام اور کیوبا کی گوریلا تحریک سے حوصلہ لیا۔ اس گروہ کے اکثر افراد مارکسسٹ لیننسٹ تصورات سے متاثر تھے اور وہ دیگر ممالک میں بھی بائیں بازو کی کامیاب گوریلا کاروائیاں کرنے کے خواہش مند تھے[52]۔ ہریسن لکھتے ہیں کہ بلوچ علیحدگی پسندوں نے اپنے مسئلے کے حل کے لئے دنیا کے دیگر ممالک سے کوئی تجویز لینے کی بجائے بلوچ ترکیب تلاش کرنے کی کوشش کی[53]۔

2.4 مسیحا، حب وطن، مجاہد، جہادی، طالبان، عسکریت پسند اور دہشت گرد

بیان کی گئی اصطلاحیں پاکستان میں مذہبی تناظر اور اس سے ابھرنے والے تشدد کے پس منظر میں بہت مقبول ہیں۔

مجاہد: برصغیر میں مذہب سے نمو پانے وای تحریکوں اور بغاوتوں کی ایک طویل تاریخ رہی ہے۔ سید احمد شہید کی تحریک المجاہدین جو کہ اٹھارہویں صدی میں پنجاب میں سکھ حکمرانی کے خلاف ابھرنے والی ایک معروف تحریک تھی، اس کا مقصد ایک شرعی ریاست کا قیام تھا۔ 1831 میں جب اس تحریک کو بالاکوٹ کی جنگ میں شکست ہوئی تو یہ کمزور پڑ گئی اور اس کے بعد اس نے زیر زمین برطانوی راج کے خلاف اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ یہ تحریک قیام پاکستان کے وقت تک قبائلی علاقوں میں موجود رہی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تحریک تخریب کاری اور گوریلا کاروائیوں میں طاق ہوتی گئی اور اس نے 1948 میں کشمیر کی خاطر ہوئی پاک بھارت جنگ میں قبائیلیوں کی قیادت کی[54]۔ اس تحریک کے تاریخی تناظر اور مذہبی لڑاکوں کو سیاسی اور فوجی مقاصد کے لئے استعمال کرنے پر عوامی رائے میں اس زمانے سے اس تحریک کے لئے احترام اور عقیدت کے جذبات موجود چلے آئے ہیں۔

اچھے / بُرے عسکریت پسند اور شر پسند: سال 1964 میں بھارت کے زیر انتظام کشمیر میں اٹھنے والی بغاوت اپنی اصل میں ایک قوم پرست تحریک تھی لیکن اسے مشرقی پاکستان کی مانند مذہب کا پسندیدہ رنگ بھی دیا گیا جہاں الشمس اور البدر[55] کو بنگالی علیحدگی پسند تحریک مکتی بانی کے لڑاکاوںگ کو شکست دینے کے لیے بنایا گیا تھا۔ ریاست اور اخباری میڈیا نے اس تحریک میں شامل لوگوں کو مسیحا اور حب الوطن بنا کر پیش کیا

52 Selig S. Harrison, In Afghanistan's Shadow: Baluch Nationalism and Soviet Temptations (New York & DC: Carnegie Endowment for International Peace, 1981), p. 30.

53 Ibid, p. 31.

54 Muhammad Amir Rana, Evolution of the Militant Groups in Pakistan, part 2, Conflict and Peace Studies, quarterly research journal by Pak Institute for Peace Studies, Islamabad, Vol; 4, No. 3, July-September 2011 .

55 These groups were part of religious-political party Jamaat-e-Islami's student wing Islami Jamiat-e-Talba and fought against the Mukti Bahini.

جس سے نہ صرف یہ اصطلاحیں مشہور ہوئیں مگران نجی ملیشیاؤں کو محب الوطن لڑاکا بنا کر پیش کرنے سے، اور قوم کا مسیحا بنا کر دکھانے سے، اور انہیں مجاہد کا نام دینے سے، اس ساری صورتحال کے نتیجے میں نجی سطح پر "جہاد" کرنے کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ان بیانیوں کا بڑے پیمانے پر استحصال سوویت افغان جنگ (1979-1989) میں کیا گیا جب لوگوں کی حوصلہ افزائی کی گئی کہ وہ افغان جہاد میں مدد فراہم کریں۔ وہ اصطلاحیں جو پاکستان کے حمایتی عسکریت پسند گروہوں کے لئے بنائی گئی تھی اب انہیں باآسانی ان لڑاکوں کے لیے بھی استعمال کیا جانے لگا جو افغانستان میں لڑ رہے تھے۔ لیکن جب 1990 کی دہائی میں پاکستان میں فرقہ وارانہ تشدد نے سر اٹھایا تو ریاست لڑاکا گروہوں میں موجود بُرے عسکریت پسندوں کے متعلق اپنی حکمت تبدیل کرنے پر مجبور ہوئی۔ عسکریت پسندوں سے متعلق ریاستی نظرثانی کے نتیجے میں فرقہ پرست عسکریت پسندوں کے خلاف آئینی، سیکورٹی اور سیاسی ردعمل تشکیل دیا گیا۔انسداد دہشتگردی ایکٹ 1997 کے تحت انہیں دہشت گرد قرار دیا گیااور سپاہ محمد اور لشکر جھنگوی دو پہلی تنظیمیں تھیں جنہیں اس قانون کے تحت 14 اگست 2000 کو کالعدم قرار دیا گیا۔

یہ دونوں گروہ فرقہ وارانہ دہشت گردی میں ملوث تھے[56]۔ فرقہ پرست دہشتگردوں کے خلاف آئینی اقدامات لیے جانے سے قبل قانون نافذ کرنے والے ادارے انہیں شر پسند اور باغی سمجھتے تھے لیکن جب فرقہ ورانہ تشدد کی لہر بہت بڑھ گئی تو اس میں ملوث افراد کے متعلق ہر طرح کے ابہامات کو دور کر دیا گیا۔تاہم فرقہ پرست دہشت گرد عناصر کو اِن جنگجوؤں سے جدا کرنا آسان نہیں تھا جو افغانستان اور بھارت کے زیر انتظام کشمیر میں لڑ رہے تھے کیونکہ ان دونوں گروہوں کے فرقہ پرست دہشت گردوں سے گہرے تعلقات تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب اچھے اور بُرے جنگجوؤں کی اصطلاح سامنے آنے لگی۔ بُرے جنگجوؤں کو غیر ملکی حمایت یافتہ اور پاکستان مخالف عناصر قرار دیا گیا۔

یہ تصور نائن الیون کے بعد تک بھی قائم رہا حتیٰ کہ وہ وقت آ گیا کہ جب اچھے جنگجوؤں میں شامل عناصر نے ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھا لئے[57]۔ سیکورٹی اداروں کو یہ سمجھنے میں کچھ وقت لگا کہ اچھے جنگجو بھی بڑی نوعیت کا خطرہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ سابق فوجی حکمران جنرل پرویز مشرف کے دو مختلف بیانات سے ہمیں یہ سمجھنے میں آسانی ہو سکتی ہے کہ اس وقت کے فیصلہ سازوں کے سامنے کس طرح کا دو مونہا خطرہ درپیش تھا۔پہلا بیان نائن الیون سے پہلے سامنے آیا تھااور دوسرا اس کے دو سال بعد سامنے آیا تھا۔

جنرل مشرف نے نومارچ سنہ دوہزار میں نیوز ویک کو انٹرویو دیتے ہوئے ایک بیان دیا "میں طالبان پر دباؤ نہیں ڈال سکتا کہ وہ اسامہ بن لادن کو گرفتار کریں۔ طالبان ایک آزاد ملک کے حکمران ہیں"۔ اور پاکستانی جنگجوؤں کے متعلق انہوں نے کہا "پاکستان میں موجود کوئی بھی جہادی تنظیم دہشت گردی میں ملوث نہیں ہے۔ وہ افغانستان میں روس کے خلاف اپنا جہاد مکمل کرنے کے بعد بھارت کے خلاف مقبوضہ کشمیر میں اپنی لڑائی لڑ رہے ہیں"[58]۔ بہرحال 12 دسمبر 2003 کو بی بی سی کے ایک پروگرام میں سوال کا جواب دیتے ہوئے مشرف نے یہ دعوی کیا کہ ان کی حکومت نے پاکستان میں 500 کے لگ بھگ دہشت گردوں کو ہلاک یا گرفتار کیا ہے[59]۔

56 Rana, A to Z of Jihadi Organizations.

57 Rana, Development of a Jihadist Character.

58 Muhammad Amir Rana, The Seeds of Terrorism (London: A New Millennium Publication, 2005), p. 17.

59 Ibid

یہ بیرونی دباؤ تھا جس نے پاکستان کو مجبور کیا کہ وہ دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد میں شامل ہو۔اسی کے سب بعد میں دہشت گردی اور سیاسی تشدد سے متعلق بنائی گئی اصطلاحوں میں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

پاکستانی مجاہد سے پنجابی طالبان: جہاں تک پنجابی طالبان کی اصطلاح کا معاملہ ہے تو سوویت-افغان جنگ کے دوران افغان مجاہدین اُن جنگجوؤں کو، جن کا تعلق پاکستان کے بڑے شہروں سے تھا، پنجابی مجاہدین کہہ کر بلاتے تھے۔جب پاکستانی گروہوں نے بھارت کے زیر انتظام کشمیر میں مسلح بغاوت میں معاونت شروع کی تو انہیں افغان مجاہدین کے نام سے پکارا جانے لگا اگرچہ ان جنگجوؤں کی اکثریت کا تعلق پنجاب اور خیبر پختونخواہ کے صوبوں سے تھا۔اس تناظر میں یہ کوئی حیران کن امر نہیں ہے کہ جب 1990 کی دہائی کے وسط میں افغانستان کے اندر طالبان کی حکومت قائم ہوئی تو پاکستانی گروہوں کو پنجابی طالبان کہا جانے لگا۔افغانستان اور پاکستان کے قبائلی علاقے سے تعلق رکھنے والے طالبان بھی انہیں اسی نام سے پکارتے تھے۔[60]

ٹیبل 1: مختلف عناصر کی جانب سے استعمال کی گئی اصطلاحیں

ریاست	قوم پرست جماعتیں	مرکزی سیاسی جماعتیں	مذہبی عناصر	قانونی اصطلاحیں
کرپٹ	سیاسی متاثرین	سیاسی متاثرین	بد دیانت	نافرمان
غدار	جبر	احتجاجی	باغی	وطن مخالف
باغی	گوریلے	شر پسند	باغی	غدار
آزادی پسند (کشمیر)	شر پسند	مجاہد	مجاہد	-
جنگجو (مذہبی)	دہشت گرد	جنگجو	گمراہ	دہشت گرد
علیحدگی پسند (قوم پرست)	گوریلا فائٹرز-گمراہ	علیحدگی پسند-گمراہ	دہشت گرد	اجنبی دشمن
دشمن (مذہبی)	دہشت گرد	جنگجو	جنگجو	دہشت گرد/دشمن

60 Muhammad Amir Rana, Evolution of Militant Groups in Pakistan, part 1, Conflict and Peace Studies, quarterly research journal by Pak Institute for Peace Studies, Islamabad, Volume 4, Number 2, -Jun 2 2011-

اوپر بیان کی گئی اصطلاحوں، بیانیوں اور تصورات کے تقابل کو اس تناظر میں سمجھا جا سکتا ہے جس نے پاکستان میں خطرات کی تشکیل سازی کی ہے۔بیان شدہ ٹیبل مختلف اصطلاحوں کی پیچیدگیوں کو ظاہر کرتا ہے اسے دونوں افقی اور عمودی طریقوں سے پڑھا جا سکتا ہے۔افقی انداز میں جو اصطلاحیں درج ہیں وہ ریاستی، آئینی اور مذہبی عناصر کی آپسی مطابقت کو ظاہر کرتی ہیں جن میں کرپشن، غداری، بے چینی اور کشمیری جدوجہد شامل ہے۔ جبکہ غالب سیاسی نکتہ کشمیر کی جدوجہد آزادی اور کسی حد تک مذہبی بنیادوں پر ہونے والی دہشت گردی میں مطابقت رکھتا ہے اور قوم پرستوں میں جو رجحان غالب ہے وہ مذہبی بنیادوں پر ہونے والی دہشت گردی سے متعلق ہے۔تاہم قوم پرست اور غالب سیاسی فکر غیر مذہبی طرز تشدد کے متعلق زیادہ ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔

عمودی مشابہت بہت سادہ تصویر پیش کرتی ہے اور خطرات کی اقسام سے متعلق خیالات میں مطابقت کو ظاہر کرتی ہے۔ قانونی بیانیہ بہت واضح ہے اور ظاہر ہے کہ ریاست کا حمایتی ہے کیونکہ حکمت عملی کا تعین ریاستی ادارے کرتے ہیں لیکن قانون نافذ کرنے والے اداروں کا سیکورٹی سے متعلقہ قوانین کی تشکیل کے مراحل میں کافی اثر ہوتا ہے۔اس کا ذکر بعد تفصیل سے کیا جائے گا۔ بہر حال گرین بک 2020(جو کہ پاکستان آرمی شائع کرتی ہے)میں پاکستان کا نیا سیکورٹی میٹرکس [61]شائع کیا گیا ہے جس کے مطابق علیحدگی پسند اور قوم پرست تحریکیں پاکستانی سیکورٹی کو لاحق بالواسطہ اور بلاواسطہ خطرات ہیں جبکہ دہشت گردی کے وہ خطرات جو تحریک طالبان پاکستان اور دوسرے فرقہ پرست گروہوں کی جانب سے لاحق ہیں وہ قومی سلامتی کے لئے بالواسطہ خطرہ ہیں۔تاہم یہ تحریک طالبان اور دیگر فرقہ پرست گروہوں کی جانب سے درپیش خطرے میں تفریق کی گئی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ خطرے کی وہ صورتحال جو تحریک طالبان کی جانب سے درپیش ہے اسے قومی سلامتی کو لاحق غیر روایتی خطرے کے زمرے میں شامل کیا گیا ہے جبکہ فرقہ وارانہ تشدد کو داخلی نوعیت کے لاء اینڈ آرڈر مسئلے میں شمار کیا گیا ہے۔ایسے لڑاکا گروہ جن کا تعلق سیاسی جماعتوں سے ہے انہیں شہری دہشت گرد قرار دیا گیا ہے جو کہ قومی سلامتی کے لئے بالواسطہ خطرات پیدا کر سکتے ہیں۔

اس مشابہانہ میٹرکس میں اگلا نمبر مذہبی نکتہ نظر کا ہے جو کہ ریاست کے نکتہ نظر سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے ۔ سیاسی عناصر کا جھکاؤ ماسوائے کرپشن کے مصالحانہ حکمت عملی کی جانب زیادہ ہے اور وہ خود اصطلاحوں کے متاثرین میں شمار کرتے ہیں۔ان کے خیالات کا اظہار پارلیمان کی تقریروں اور عوامی حلقوں میں دیئے گئے بیانات سے ہوتا رہتا ہے۔

یہ مختصر مشابہانہ وضاحت پاکستان میں قومی سلامتی سے متعلقہ ابحاث میں گہرائی تک جاتی ہے اور ان اہم رکاوٹوں کی جانب اشارہ کرتی ہے جو دہشت گردی کی ایک متفقہ وضاحت کی تشکیل کے رستے میں حائل ہیں۔

---

61 Farzana Shah, National Security, and Emerging Geopolitical Scenario: Post-Article 370 obliteration, Pakistan Army Green Book, 2020, Crystal Printers, Rawalpindi.

3. دہشت گردی کی تعریف کا مسئلہ

دہشت گردی کی تعریف میں مسئلہ صرف پاکستان کو درپیش نہیں کہ دنیا کی بہت سی دیگر اقوام کو بھی یہی مسئلہ لاحق ہے۔عالمی سطح پر دہشت گردی کی ایک متفقہ تعریف تاحال نظر نہیں آتی اور عالمی فورمز کبھی اس مسئلہ پر کوئی اتفاق رائے پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔وہ بنیادی سوال جواب بھی تک حل نہیں ہوا وہ یہ ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جو دہشت گردی کی وضاحت کرتی ہے۔

کیا یہ کوئی جنگی کاروائی ہے؟ کیا یہ کوئی تکنیکی ہتھیار ہے؟ کیا یہ کوئی انقلابی رویہ ہے؟ کوئی سیاسی حکمت عملی ہے؟ کمزوروں کا ہتھیار ہے؟ متشدد جرم ہے؟ کوئی نظریہ ہے یا غیر ملکی خارجہ پالیسی کا ذریعہ ہے؟ یہ سب سیاسی سماجی قانونی اور سیکورٹی سے متعلق جہتیں دہشت گردی کو ایک متنازع تصور کے طور پر پیش کرتی ہیں۔جہاں تک ایک علمی وضاحت کا معاملہ ہے دہشت گردی ایک موضوع ہے جو بہت سے دیگر مضامین بشمول سیکورٹی اسٹڈیز، سیاسیات، نفسیات، عمرانیات اور مذہبی تعلیم میں شامل ہے۔دیگر مضامین کے اثر انداز ہونے کے سبب دہشت گردی کا میدان وسیع ہو جاتا ہے۔مگر اہل علم ان چند نکات پہ متفق ہیں جو کہ دہشت گردی کی خصوصیات واضح کرتے ہیں۔

3.1 دہشت گردی کی وضاحت پر علمی بحث

ڈاکٹر الیکس پی۔شمد دہشت گردی کی تشریحات کے موضوع پر ایک تاریخ نویس ہیں، انہوں نے وہ 15 وجوہات بیان کی ہیں جن کے سبب ابھی تک علمی حلقوں میں دہشت گردی کی ایک متفقہ وضاحت تشکیل نہیں دی جا سکی۔پہلی، سیاسی، قانونی، سماجی سائنس اور دہشت گردی کے مقبول عام بیانئے عام طور پر مختلف ہیں اور تشریحاتی سوال اس کی (غیر) قانونی حیثیت اور اسے جرم قرار دینے سے جڑا ہوا ہے۔دہشت گردی کی کئی اقسام اور تشریحات ہیں اور اس اصطلاح میں گزشتہ 200 سالوں کے دوران جب سے اس کی تشکیل ہوئی، اس کے معنی کئی مرتبہ تبدیل ہوئے ہیں۔ڈاکٹر شمد بیان کرتے ہیں کہ دہشت گرد تنظیمیں نیم خفیہ نوعیت کی ہوتی ہیں اور ان سے جڑے ہوئے خفیہ راز ان کے متعلق کسی معروضی تجزیئے کو مشکل کر دیتے ہیں۔مگر اس کی تشریح سے متعلق سوال کے جواب کا ابھی تک بھی حل نہ ہو پانے کی دیگر وجوہات میں سیاسی ترجیحات اور دُہرے معیار بھی شامل ہیں۔ریاست، قوت کے استعمال کی قانونی وراثت (کی دعویداری) اور اپنے آپ میں ایک آئینی طاقت ہونے کی حیثیت سے اس کی تشریحاتی صورت (ضرورت سے زیاد طاقت کا استعمال) سے اپنے آپ کو آزاد قرار دے سکتی ہے۔ دوسری نوعیت کے سیاسی تشدد کی حدود (اقدام قتل، (گوریلا) جنگی کاروائی) غیر واضح اور دھندلی ہیں اور اس اصطلاح کو استعمال کرنے والوں کے درمیان تصوراتی اور معیاری لائحہ عمل میں اختلاف ہے۔تاہم یہ نکتہ بھی بہت اہم ہے کہ دہشت گردی کے ضمن میں جاری بحث دوسری نوعیت کے مسائل مثلاً حق خود ارادیت، غیر ملکی قبضے کے خلاف مسلح مزاحمت اور نسل پرست حکومتوں کے خلاف مزاحمت سے بھی جڑی ہوئی ہے۔وہ عناصر جو دہشت گردی میں ملوث رہتے ہیں ان میں سے اکثر مسلح تحریکوں کے قانونی اقدامات بھی کرتے ہیں اور بسا اوقات سیاسی جماعتوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ڈاکٹر شمد اس خیال کو بھی ایک عنصر کے طور پر شمار کرتے ہیں کہ تشدد کا وہ درجہ جو دہشت گردوں کی مخالف قوتوں کی جانب سے دہشت گردوں کے خلاف استعمال ہوتا ہے وہ بھی اتنا ہی اندھا دھند ہو سکتا ہے یا اس سے بھی بدتر ہو سکتا ہے جو مبینہ

دہشت گردوں نے استعمال کیا ہو اور آخر میں یہ کہ کسی دہشت گرد کاروائی کی جانچ اس گفتگو کے ساتھ بھی جڑی ہوئی ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والے کے مقاصد اور خود اس کی شخصیت کیا ہے۔[62]

ڈاکٹر شمد نے ان مشکلات کا خلاصہ بیان کیا ہے جو دہشت گردی کی عالمی سطح پہ متفقہ تشریح تشکیل دینے میں رکاوٹ ہیں۔تاہم عالمی سیاست، عالمی سلامتی اور قانونی تناظرات بہت پیچیدہ ہیں اور شائد دہشت گردی کی اصطلاح پر یہ جذباتی الزام ہے کہ اس کا عمومی استعمال کسی تجزیاتی زمرے میں نہیں بلکہ اسے سیاسی مخالفین کو رسوا کرنے کے لئے بطور الزام استعمال کیا جائے گا[63]۔ دہشت گردی ایک متشدد صورت میں کوئی مشکل نہیں ہے، یہ ہمارے ساتھ ایک عرصے سے ہے اور اس کی سینکڑوں تشریحات موجود ہیں۔ نائن الیون کے بعد سے ایک متفقہ عالمی تشریح کی تشکیل پہ زور بڑھ گیا ہے۔ڈاکٹر شمد بیان کرتے ہیں کہ تشریحات عموماً ایسے عناصر کے مفادات کی عکاسی کرتی ہیں جو انہیں تشکیل دیتے ہیں[64]۔رابرٹ ٹیبر کا مشاہدہ ہے کہ جس طرح بیسویں صدی کے وسط میں گوریلا جنگیں ایک سیاسی مظہر تھیں اسی نائن الیون کے بعد کی دنیا میں دہشت گردی ایک سیاسی مظہر بن چکی ہے[65]۔ بہرحال، دہشت گردی کو بغاوت سے الگ کرنا اب کوئی آسان مرحلہ نہیں رہا۔شرپسند تحریکیں دہشت گردی کو ایک آلے کے طور پر استعمال کرتی ہیں، لیکن سیاسی اور نظریاتی بنیادوں پر قائم کی گئی تحریکیں، جو دہشت گردی کو تشدد کے بنیادی اور تزویزاتی نوعیت کے پسندیدہ طریقہ کے طور پر استعمال کرتی ہیں، وہ بعدازاں شورش میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔پھر وہ عملی ریاستوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور جب وہ اپنے پاس موجود علاقے سے محروم ہو جاتی ہیں تو یہ ایسی سیاسی و نظریاتی تحریکوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں جو دہشت گردی پہ بھروسہ کر رہی ہوتی ہیں۔ عراق اور شام میں نام نہاد اسلامی ریاست اس طرح کی تبدیلی کی ایک مثال ہے، لیکن تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) نے بھی پاکستان میں اسی طرح کا دائرہ مکمل کیا ہے۔ان تحریکوں کی سیال فطرت بھی دہشت گردی کی تعریف کی تشکیل کے پیچیدہ عمل میں ایک پریشان کن عنصر ثابت ہو سکتی ہے۔

3.2 دہشت گرد گروہوں سیال فطرت

امریکہ اور طالبان کے مابین 28 فروری 2020 کو قطر کے دار لحکومت دوحہ میں طے پانے والے امن معاہدے[66] نے دہشت گردی کی وضاحت کی تشکیل کی بحث کو ایک نیا زاویہ دے دیا ہے۔امریکہ کی قیادت میں عالمی اتحاد نے طالبان کو ایک شورش پسند قوت اور افغانستان میں

62 Alex Schmid, Terrorism - The Definitional Problem, Case Western Reserve Journal of International Law, Vol. 36 (2004), https://scholarlycommons.law.case.edu/jil/vol36/iss2/8

63 Hippler, Jochen, Terrorism: Undefinable and Out-of-Context?– Reconceptionalizing Terrorism as a Context-Specific Tactical Tool. Duisburg: Institute for Development and Peace, University of Duisburg-Essen (INEF Report, 111/2016, Institute of Development and Peace

64 Alex Schmid, Terrorism - The Definitional Problem.

65 Robert Taber, War of the Flea: the Classic Study of Guerrilla Warfare, Potomac Books, Washington, DC, 2002. p. 2.

66 Afghan conflict: US and Taliban sign deal to end the 18-year war, BBC News, February 29, 2020, www.bbc.com/news/world-asia-51689443

طاقت کا ایک اہم فریق سمجھنے سے پہلے ایک دہشت گرد گروہ کے طور پر سمجھا۔ طالبان نے دہشت گردی کو ایک روایتی فوجی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا اور انہوں نے ماہرین کے ان خیالات کو بھی چیلنج کیا کہ دہشت گرد زمینی قبضے کے خواہش مند نہیں ہوتے اور وہ مخالف فوجوں کو جسمانی طور پر نشانہ نہیں بناتے[67]۔ دنیا کی حالیہ تاریخ میں ان خیالات کو دیگر خطوں عراق، شام، یمن، صومالیہ اور شمالی مالی میں بھی چیلنج کا سامنا رہا ہے۔

دہشت گردی کی ایک ڈھیلی ڈھالی تعریف شائد کچھ طاقتوں کی عالمی سلامتی اور سیاسی مفادات کے لئے فائدہ مند ہو لیکن ایک متفقہ وضاحت بہت سے سیاسی عناصر اور علمی حلقوں کی مانگ ہے۔ عالمی سطح پہ دہشت گردی کی متفقہ وضاحت کی غیر موجودگی ایسی وجوہات میں سے ایک سمجھی جاتی ہے جو مستقبل میں دہشت گردی کی حوصلہ افزائی کر سکتی ہے[68]۔ مثال کے طور پر لبنانی ماہر تعلیم اور سفارتکار عبیر طحہٰ اپنی کتاب "دہشت گردی کی تعریف: دہرے معیارات کا خاتمہ" میں دہشت گردی کی ایک مستقل اور متواتر وضاحت کی ضرورت کے لئے دلائل دیتی ہیں جو دنیا بھر میں ہونے والے کسی بھی نوعیت کے دہشت گرد حملے کی مذمت کرتی ہو[69]۔ بنیادی طور پر وہ اس خیال کا پرچار کرتی نظر آتی ہیں کہ ہر طرح کی دہشت گردی چاہے وہ کوئی ریاست استعمال کرتی ہو یا غیر ریاستی عناصر، ہر طرح کی دہشت گردی کے خلاف ایک جیسے طریقے سے نمٹا جائے۔ ڈاکٹر یوخن ہپلر جو کہ مشرق وسطیٰ اور تنازعات کے موضوعات پر دسترس رکھتے ہیں، ایسے ماہرین کو دو زمروں میں بیان کرتے ہیں پہلی قسم میں ایسے ماہرین شامل ہیں جو سیاست سے متاثر دکھائی دیتے ہیں کیونکہ دہشت گروہوں اور حکومتوں اور ریاستوں کو ایک ہی سیاسی و اخلاقی معیار پہ جانچتے ہیں اور اس طرح کے رجحانات دانشمندانہ شارٹ کٹ میں شمار ہوتے ہیں[70]۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ لازمی نہیں ہونا چاہیئے کہ آپ اپنے آپ کو یہ یاد دلاتے رہیں کہ ہر وہ چیز جو غلط ہو غیر قانونی ہو اور امن دشمن ہو ضروری نہیں وہ دہشت گردی ہے۔ اور اس طرح کے رجحانات سے یہ بیان کرنا مشکل ہو جائے گا کہ کون سی چیز ریاستی دہشت گردی میں شمار ہو گی، ایک ایسا سیاست زدہ مرحلہ جس میں شرپسند دہشت گردی کی وضاحت کی کوشش کی جائے خود ہی اس معاملے کو پیچیدہ کر دیتا ہے۔

قومیں دہشت گردی کی ایسی تعریف تشکیل دیتی ہیں جو ان کے تصورات اور سرگرمیوں کے لئے بہترین فائدہ مند ہو لیکن یہ معاملہ اس وقت پیچیدہ ہو جاتا ہے جب ریاست اپنے مخالفین کی تمام متشدد سرگرمیوں پر دہشت گردی کا الزام عائد کر دیتی ہے[71]۔

3.3 بین الاقوامی عزم اور پاکستان پر اس کے اثرات

1972 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے 27 ویں اجلاس میں عالمی دہشت گردی کے خاتمے کے لئے اقدامات اٹھائے گئے۔ اسمبلی نے فیصلہ کیا کہ عالمی دہشت گردی کے خاتمے کے لئے اسی سال ایک عبوری کمیٹی تشکیل دی جائے[72]۔ جبکہ 1972 میں بننے والی عبوری کمیٹی غیر فعال

---

67 Brian M. Jenkins, International Terrorism: A New Kind of Warfare, The Rand Corporation, California, 1974, p 3.

68 Dean C. Alexander and Yonah Alexander, Terrorism, and Business. Quoted by Alex Schmid, Terrorism - The Definitional Problem, https://scholarlycommons.law.case.edu/jil/vol36/iss2/8

69 Abir Taha, Defining Terrorism: The End of Double Standards, Arktos Media Ltd, 2014.

70 Hippler, Terrorism: Undefinable and Out-of-Context?

71 Jenkins, International Terrorism: A New Kind of Warfare.

رہی تو 1996 میں ایک اور عبوری کمیٹی کو یہ ذمہ داری دی گئی کہ وہ دہشت گردانہ بم حملوں، نیوکلیئر دہشت گردی پر ایک کنونشن تحریر کریں اور اس کے بعد عالمی دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے بنائے کنونشن کا جامع قانونی لائحہ عمل بھی تیار کریں [73]۔

نائن الیون کے دہشت گرد حملے کے فوری بعد جب اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا 56 واں اجلاس ہو تو اس میں یو این جنرل اسمبلی کی 1996 میں عالمی دہشت گردی سے نمٹنے کے بنائی گئی عبوری کمیٹی کی رپورٹ پر غور کیا گیا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے 56 ویں اجلاس میں آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس (او۔آئی۔سی) نے پرزور طریقے سے دہشت گردی کی عالمی تشریح میں یہ شق شامل کئے جانے کی تجویز دی "غیر ملکی قبضے، جارحیت، نوآبادیاتی طاقت اور دباؤ کے خلاف عوامی مزاحمت، بشمول مسلح مزاحمت جو کہ عالمی قانون کی روشنی میں حق خود ارادیت کے اصولوں کے مطابق ہو اسے دہشت گرد جرم نہیں سمجھنا چاہیئے"۔

پاکستان نے عالمی فورم پہ دہشت گردی کی تعریف میں عوامی جہت کو شامل کرنے کی او-آئی-سی کی اس تجویز کی حمایت کی۔ پاکستان کے لئے مسئلہ کشمیر وہ بنیاد تھی جس کے لئے اس نے او آئی سی کی تجویز کی حمایت کی۔تاہم حقوق انسانی کے ادارے اور قوم پرست جماعتوں نے اسی طرح کی شکایات پاکستان سے بھی کیں کہ وہ بلوچستان میں مسلح شورش سے کیا برتاؤ کررہا ہے۔[74] یہاں اس محاورے نے کہ "کسی ایک قوم کا ہیرو کسی دوسری قوم کا دہشت گرد ہوتا ہے" نے دہشت گردی کی تشریحاتی وضاحت کے مرحلے بہت پیچیدہ بنا دیا۔

عالمی تناظر میں دہشت گردی کی تعریف کو تشکیل دیئے جانے کی سیاسی جہت کی سیاست ایک اور مسئلہ ہے۔ دہشت گردی کی وضاحت سے منسلک بہت سے تنازعات اور الجھاؤ کی مثالیں یہ بتاتی ہیں کہ یہ سیاسی نوعیت کی ہیں [75]۔ بحث کا ایک پہلو نوآبادیاتی طاقت کے خلاف بر سرپیکار مسلح حریت پسندوں اور آج کے دہشت گردوں کے مابین تفریق کا بھی ہے۔ عام طور پر بحث کا مقصد نوآبادیاتی طاقت کے خلاف لڑنے والے حریت پسندوں کو تفریق کرنا ہوتا ہے جو کہ عالمی توجہ کے حصول کے لئے اپنی جغرافیائی سرحدوں میں تشدد کا استعمال کرتے ہیں جبکہ موجودہ زمانے کی دہشت گردی کو پوری دنیا میں پھیلایا جارہا ہے۔[76] حریت پسندوں کے لئے جاری بحث کا پاکستان سے گہرا تعلق ہے کیونکہ اسلام آباد کے مطابق کشمیر میں جاری مسلح تحریک اخلاقی اور قانونی لحاظ سے درست جدوجہد ہے جس کی وہ اخلاقی اور سفارتی سطح پہ حمایت کرتا ہے۔اس کے جواب میں بھارت پاکستان کے خلاف بلوچستان کارڈ کھیلتا ہے اور صوبے میں موجود شرپسندوں کو حریت پسندوں کا نام دیتا ہے [77]۔ پاکستان

---

72 UNGA Resolution 3034 (XXVII), December 18, 1972, 2114 plenary meeting.

73 UNGA Resolution A/51/210, January 16, 1997.

74 Balochistan: Neglected Still, Human Rights Commission of Pakistan, October 2, 2019 http://hrcp-web.org/hrcpweb/balochistan-neglected-still/

75 Abir Taha, Defining Terrorism: The End of Double Standards.

76 Jenkins, International Terrorism: A New Kind of Warfare, pp. 5-6.

77 Suhasini Haidar, In a policy shift, Narendra Modi brings up Balochistan again, The Hindu, August 16, 2016, https://www.thehindu.com/news/national/In-policy-shift-Narendra-Modi-brings-up-Balochistan-again/article14572650.ece

کے لیے بلوچستان میں جاری مسلح شر پسندی نسلی اور لسانی شورش ہے جو کہ صوبے کے محض چند علاقوں تک محدود ہے اور اسے غیر ملکی دشمن طاقتوں کی حمایت حاصل ہے۔

پاکستان کی جانب سے کشمیر میں جاری تحریک کی حمایت کی جائزہ نائن الیون حملوں کے بعد سے لیا جارہا ہے۔اس کا مقصد یہ تھا کہ کہیں وہ جنگجو جن کے بیس کیمپ پاکستان میں ہیں انہوں نے عالمی دہشت گردی اور القاعدہ سے گٹھ جوڑ تو نہیں کرلیا اور کشمیر میں مزاحمت کی تحریک کو کمزور کیا ہے۔ان کے لئے کشمیر کی آزادی کی تحریک عالمی جہاد کے ایجنڈے میں شامل ہورہی تھی[78]۔ریاستی اداروں نے تزویزاتی ترجیحات کو سب سے اہم سمجھا جس کا فائدہ جنگجوؤں کو ہوا۔ جنہیں اس صورتحال میں یہ موقع مل گیا تھا کہ وہ یہاں قابل ذکر سیاسی، اخلاقی اور نظریاتی وسائل تشکیل دے لیں اور پاکستان کے عوامی بیانئے میں قبولیت پالیں۔سال 2010 میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ شہباز شریف نے طالبان سے گزارش کی کہ وہ پنجاب میں دہشت گردانہ حملے نہ کریں[79] اور موجودہ وزیر اعظم عمران خان کے چند سال پرانے بیانات دیکھیں جو کہ ریکارڈ پر ہیں کہ وہ طالبان سے متعلق نرم رویہ رکھتے تھے۔اس زمانے کے مذہبی اور صحافتی بیانئے بھی طالبان کے مدافعانہ تھے۔ انہوں نے اس معاملے پر موجود الجھن کو اس طرح بھی ہوا دی کہ انہوں نے کراچی میں جاری سیاسی نوعیت کے تشدد اور جرائم کو اس دہشت گردی کے برابر بیان کرنا شروع کردیا جس کی بنیاد مذہبی تھی اور اس کا مقصد مذہبی عناصر کی جانب سے کئے جانے والے تشدد کا جواز پیش کرنا تھا۔[80]

3.4 قانونی جہت

ملک میں سیاسی اور نظریاتی ابہامات کے علاوہ دہشت گردی کا سارا قانونی لائحہ عمل اور خاص طور پر تشریحاتی موضوع بھی الجھن کا شکار رہا۔ آئینی ماہرین انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 میں موجود ابہام کی جانب اشارہ کرتے ہیں اور اس قانون کے صوابدیدی اختیارات نے سیاسی کارکنوں، حقوق انسانی کے کارکنوں اور شہریوں کے خلاف اس کا ناجائز استعمال آسان بنادیا جب وہ اپنی آئینی آزادیاں مثلاً اکٹھے ہونے کا حق، آزادی اظہار رائے اور تنظیم سازی وغیرہ کررہے ہوتے تھے۔اس کے نتیجے میں استغاثہ کے پاس یہ طاقت بھی آگئی کہ وہ عمومی نظام عدل و انصاف کے نظام کو نظرانداز کردیں اور معمولی نوعیت کے جرائم کو بھی انسداد دہشت گردی کی عدالتوں میں طے کرسکیں[81]۔کچھ ماہرین نے دہشت گردی کی تصوراتی حدود کو بھی الزام دیا ہے جو کہ زیادہ تر سیکورٹی اسٹڈیز تک محدود ہے اور ایک ماہر کے مطابق دہشت گردی کا سارا بیانیہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ضروریات کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے چاہے وہ 1990 کی دہائی کا فرقہ وارانہ تشدد ہو یا وہ اس کے بعد

78 Rana, A to Z of Jihadi Organizations.

79 CM Punjab Shahbaz Sharif in a statement on 14 March 2010 said that the Taliban and Pakistan Muslim League-Nawaz both opposed former military dictator Pervez Musharraf and, therefore, he was surprised that this common stance has failed to stop the Taliban from carrying out terror attacks in Punjab. Dawn, March 15, 2010- https://www.dawn.com/news/857697/cm-shahbaz-wants-taliban-to-spare-punjab

80 Safdar Sial, Critical Ideologies: A Debate on Takfeer & Khurooj, Pak Institute for Peace Studies, Islamabad, November 2017. The publication consists of dialogues with religious scholars on terrorism-related issues .

81 Reema Omer, Definition of terrorism, Dawn, November 4, 2019, https://www.dawn.com/news/1514768

کے سالوں داخلی سطح پر ملک کے اندر ہونے والی دہشت گردانہ کاروائیاں ہوں[82]۔ یہ ایک قسم کا طے شدہ یقین بن چکا تھا کہ اس خطرے سے صرف روایتی طریقوں سے ہی نمٹا جاسکتا ہے۔

3.5 پارلیمان کا کردار

سال 2008 سے لے کر 2018 تک قومی پارلیمان نے دہشت گردوں کے خلاف کی جانے والی فوجی کاروائی کو متفقہ قراردادوں، انسداد دہشت گردی کے قانون میں ترامیم اور نئے قوانین کے اجراء کے ساتھ مکمل حمایت مہیا کی۔ تاہم یہ ایک ہنگامی صورتحال تھی اور اس دوران دہشت گردی کی تعریف کے تعین کا معاملہ نظرانداز ہوتا رہا[83]۔

سیاست دان اس معاملے پر ہچکچاہٹ کا شکار تھے اور ناکافی علمی معاونت اور عوامی تقاضے کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ خود سے کوئی اقدام نہیں کرپائے اور اس دوران انہوں نے قومی سلامتی کے اداروں کی جانب سے اٹھائے گئے روایتی طریقہ کار کی مسلسل حمایت جاری رکھی۔ دانشور طبقے کی جانب سے ناکافی ردعمل کی ایک وجہ دائیں بازو کے بنیاد پرست گروہ بشمول اچھے جنگجوؤں کے دباؤ کو بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے قومی بیانئے پہ قبضہ کرلیا اور بدقسمتی سے جنگجو گروہ اس قومی نظریئے کے محافظ بن بیٹھے جو ریاستی اداروں نے گزشتہ 70 سالوں میں ترتیب دیا تھا[84]۔

میڈیا کے ایک چھوٹے حصے اور حقوق انسانی کے اداروں نے پاکستان میں دہشت گرد عناصر کے خلاف جنگ کے عروج کے زمانے میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے حقوق انسانی کی خلاف ورزیوں کے چند واقعات کو رپورٹ کیا مگر اس کا کوئی بڑا اثر نہیں ہوا۔ عدالتیں اس جنگ کے سب سے مشکل مرحلے کو طے کرنے میں مشغول تھیں جو کہ دہشت گرد عناصر کے خلاف قانونی کاروائی کا تھا۔ دہشت گردوں کے عدالتی ٹرائل میں بہت سی مشکلات حائل تھیں اور عدالتوں پہ بہت زیادہ دباؤ بڑھ رہا تھا کیونکہ ایک جانب عدالتی کاروائی بہت سست تھی اور دوسری جانب ایسے دہشت گردوں کی تعداد بہت کم تھی جنھیں قانونی تقاضوں کے بعد سزا سنائی گئی ہو۔ ایسا اس لئے تھا کہ انسداد دہشت گردی ایکٹ میں درج دہشت گردی کی قانونی تعریف میں بہت ابہام موجود تھے اور آئینی بندوبست کے علاوہ ایسی کوئی روایت موجود نہیں تھی جس کی پیروی کرتے ہوئے اس کام کو انجام دیا جاسکتا۔ اس لئے سپریم کورٹ کو اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

---

82 Syed Manzar Zaidi, Terrorism Prosecution in Pakistan, Peaceworks, April 2016 , NO. 113, United State Institute of Peace, Washington, DC, https://www.usip.org/sites/default/files/PW113_Terrorism_Prosecution_in_Pakistan.pdf

83 Ibid.

84 Muhammad Amir Rana, Anarchy of ideologies, Dawn, October 22, 2017, https://www.dawn.com/news/1365448/anarchy-of-ideologies

4. دہشت گردی کی حدود کا تعین

4.1 ایک عالمی تعریف کی تلاش

کیا اگر دہشت گردی کی ایک عالمی متفقہ وضاحت موجود ہوتی تو پاکستان کے لئے مشکلات کم ہوتیں؟ شائد پاکستان کے لئے اخلاقی دباؤ بڑھ جاتا کہ وہ متفقہ عالمی وضاحت کے معیارات کی پیروی کرے۔ تاہم جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ دہشت گردی کی عالمی سطح پہ متفقہ تعریف تک پہنچنے کے عمل میں بھی بہت سی مشکلات کا سامنا درپیش ہے۔

آئینی علمی اور سیاسی مقاصد کے لئے دہشت گردی کی بہت سی تعاریف موجود ہیں جو کہ عالمی، علاقائی اور قومی ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ دہشت گردی کی اکثر سیاسی اور قانونی تعریفیں مجرمانہ عمل کے خلاف ہیں جیسا کہ لیگ آف نیشنز نے 1937 میں دہشت گردی کی تعریف کرتے ہوئے بیان کیا "تمام مجرمانہ کاروائیاں جو ایک ریاست کے خلاف ہوں اور ان کا مقصد یا ارادہ خاص طرح کے لوگوں یا افراد کے گروہ یا عام لوگوں کے خلاف خوف و ہراس پھیلانا ہو"[85]۔

اب تک دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے 12 عالمی کنوینشن آچکے ہیں ان میں 9 کا تعلق مخصوص جرائم کا ارتکاب کرنے پر سزا سے متعلق ہے جبکہ دیگر 3 کا تعلق ایسی سرگرمیوں سے ہے جو ریاستوں کو ان کا ارتکاب کرنے سے باز رکھتے ہیں[86]۔ تمام طرح کی سیاسی اور قانونی تعاریف میں دو اہم دورُخے عناصر جرم اور سیاسی تشدد ہیں۔ قانونی تعریف دہشت گرد سرگرمی کی مجرمانہ نوعیت پہ توجہ مرکوز کرتی ہے جبکہ سیاسی تعریف کی توجہ کا مرکز دہشت گردی کے سیاسی مقاصد ہیں۔

دہشت گردی سے متعلقہ اقوام متحدہ کی قراردادیں اور کنونشنز کو ایک نظر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اجراء کے پس منظر میں کچھ مخصوص واقعات ہیں۔ اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کا نقطہ نظر یہ رہا ہے کہ تعریف کی تشکیل سے گریز کیا جائے اور ایسی دہشت گرد کاروائیوں کے خلاف اقدامات کی مانگ کی جائے جو سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے سرانجام دی گئی ہیں۔ اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کے پیش نظر ایسے اقدامات جو عصر حاضر کی سلامتی اور سیاسی اندیشوں کو مدنظر رکھ کر ترتیب دیئے جاتے ہیں وہ محض یہی مقصد پورا کرنے کے لئے ہوتے ہیں کہ اس مخصوص قرارداد اور کنوینشن کے لئے زیادہ سے زیادہ عالمی حمایت حاصل کی جائے تاکہ عالمی سلامتی کو لاحق اس خطرے سے نمٹنے کے لئے کوئی مخصوص لائحہ عمل ترتیب دیا جاسکے۔ اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کی قرارداد نمبر 1368 اور 1371 اس موضوع کی خاص مثالیں ہیں۔ قرارداد نمبر 1368 امریکہ میں نائن الیون حملوں کی مذمت کرتی ہے جبکہ قرارداد نمبر 1373 ریاستوں سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو

85 Javier Ruperez, The United Nations in the fight against terrorism, https://www.un.org/SCP/ctc/wp-content/uploads/2017/01/2006_01_26_cted_lecture.pdf

86 Khurshid Iqbal & Niaz A. Shah, Defining Terrorism in Pakistani Anti-Terrorism Law, Global Journal of Comparative Law, 7 (2018) 272-302, https://brill.com/view/journals/gjcl/7/2/article-p272_272.xml?language=en

دہشت گردوں کی حمایت سے باز رکھیں، دہشت گرد حملوں کی روک تھام کریں، ایسے عناصر کو محفوظ پناہ گاہیں مہیانہ کریں جو دہشت گردی کی حمایت کرتے ہیں، اپنی سرزمین کو دہشت گرد مقاصد کے لیے استعمال نہ ہونے دیں، ایسے عناصر کو نظام انصاف کے سامنے لائیں جو دہشت گردی میں ملوث ہیں، جرائم کی روک تھام میں ایک دوسرے سے تعاون کریں اور دہشت گرد عناصر کی سرحد پار نقل وحرکت کو روکیں۔[87]

اگرچہ دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے بہت سے کنوینشن، معاہدے اور قراردادیں موجود ہیں تاہم دہشت گردی دراصل کہتے کس چیز کو ہیں اس پر عالمی رائے متفقہ نہیں ہے۔ اس موضوع پر دستیاب بہت سے عالمی متن اپنے اپنے وقت کی مختلف ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہیں تاہم ان میں سے کوئی بھی دہشت گردی کے تصور اور اس کی بنیادی خصوصیات کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

4.2 جرم کی نوعیت کی وضاحت

ڈاکٹر ایلکس پی۔ شمد نے ایسی بہت سی سرگرمیوں کو بیان کیا ہے جو اقوام متحدہ کے کنوینشنوں میں دہشت گردی کے زمرے میں درج ہیں ان میں ہائی جیکنگ کے واقعات، جہازوں کی تباہی کے اقدامات، ہوائی اڈوں پہ قتل وغارت کے واقعات، پرامن سمندری رستوں میں رکاوٹ کے اقدامات، بین الاقوامی پانیوں میں گاڑے گئے ساکت پلیٹ فارمز کے خلاف غیر قانونی کاروائی، ایسے افراد کے خلاف کاروائی کرنا جنہیں بین الاقوامی استثناء حاصل ہو مثلاً سفارتکاروں کو اغواء کرنا، نیوکلیئر مواد کا غیر قانونی حصول اور استعمال، اغواء کرکے یرغمال بنانے کے واقعات، دہشت گرد بم حملے اور ایسی تنظیم یا ادارے کی معاونت کرنا جو دہشت گردوں کے لئے مالی وسائل اکٹھا کرنے کے لئے بطور فرنٹ چہرہ کام کر رہی ہو[88]۔ اگرچہ یہ سب بہت مفید ہے لیکن اس سے یہ سوال جنم لیتا ہے کہ آخر ان سب کاروائیوں کو دہشت گردی کے زمرے میں ہی کیوں شامل کیا جائے کیونکہ بم حملے اور اغواء کاری تو پہلے سے ہی طے شدہ جرائم ہیں۔ ایسے جرائم کو دہشت گردی کے زمرے میں ڈالنے سے کون سے فوائد حاصل ہوں گے۔

1972 میں جب اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے عالمی دہشت گردی کے عنوان پر ایک عبوری کمیٹی تشکیل دی تو ریاستہائے متحدہ امریکہ نے بھی عالمی دہشت گردی کے خاص واقعات کی روک تھام اور ان پر سزاؤں کے لئے ایک تحریری معاہدہ جمع کروایا۔ اگرچہ اس میں بھی دہشت گردی کی وضاحت موجود نہیں تھی تاہم اس دستاویز میں عالمی نوعیت کے چند جرائم کو مجرمانہ قرار دینے پہ زور دیا گیا تھا۔ امریکہ کی توجہ داخلی تھی اور خارجہ سطح پہ بھی دہشت گردی کی روک تھام کی وجہ داخلی سلامتی تھی خاص طور پر اس کا مقصد غیر قانونی تارکین اور پناہ کی تلاش کے خواہشمندوں کو روکنا تھا[89]۔ امریکہ میں دہشت گردی کی تعریف دو حصوں میں تقسیم ہے، عالمی دہشت گردانہ کاروائیاں اور داخلی دہشت گردانہ کاروائیاں، اور یہ دونوں دہشت گردی کی الگ الگ خصوصیات بیان کرتی ہیں جس میں جرم، اس کا مقصد اور جغرافیائی اثر دیکھا جاتا ہے۔ جیمز سی۔ سیمون کے مطابق امریکی وفاق کی دہشت گردی کی تعریف عالمی اور داخلی دہشت گردی کے درمیان تفریق کرتی ہے جو کہ حقیقت

87 Iqbal & Shah, Defining Terrorism.

88 Alex Schmid, Definitional problem

89 Iqbal & Shah, Defining Terrorism in Pakistani Anti-Terrorism Law, p. 278.

میں ایک ہی ہیں ماسوائے، زمینی حدود کے، جہاں تک داخلی دہشت گردی کا سوال ہے تو وہ ملکی زمین تک محدود ہے اور وہ امریکی حدود کے اندر ہے۔ پناہ گزینوں کا حوالہ بھی عجیب ہے اور امریکی معاملے میں یہ غیر ضروری لگتا ہے کیونکہ وہاں ملک کے داخلی مقامات پر ایسے لوگوں کی نگرانی اور جائزے کے لئے سیکورٹی کے سخت اقدامات موجود ہوتے ہیں جو ملک میں پناہ کے لئے داخل ہونا چاہتے ہیں[90]۔

دہشت گردی کو مجرمانہ رویئے تک محدود رکھنے اور اسے نفاذ قانون کا ایک معاملہ قرار دینے کی امریکی حکمت عملی میں نائن الیون کے حملوں کے بعد ڈرامائی تبدیلی اس وقت سامنے آئی جب امریکی صدر جارج ایچ۔ ڈبلیو۔ بش نے "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کا اعلان کیا۔ اس کے نتیجے میں امریکی توجہ مسئلے کے فوجی حل کی طرف تبدیل ہوگئی اور یوں عراق اور افغانستان میں جنگیں شروع ہوئیں۔ نہ صرف اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل اور دیگر طاقتور ریاستوں نے دہشت گردی کی محض مجرمانہ نوعیت پر توجہ مرکوز رکھی بلکہ دیگر عالمی قانونی فورمز مثلاً انٹرنیشنل لاء کمیشن (آئی ایل سی) نے 1991 اور 1996 کی کوڈ آف کرائمز میں دہشت گردی کو بھی شمار کیا ہے اور 1996 میں اپنائے گئے آخری کوڈ میں دہشت گردی کی کاروائیوں کو جنگی جرائم کے زمرے میں درج کیا ہے اگرچہ اس مرحلے پر بھی دہشت گردی کی وضاحت نہیں کی گئی[91]۔ ان تمام کوششوں کا مقصد ایک مؤثر عالمی اسٹریٹیجی تشکیل دینا تھا تاکہ عالمی دنیا کو دہشت گردی کے خلاف متحد کیا جائے اور کسی حد تک دہشت گرد تنظیموں کو مجبور کردیا جائے کہ وہ دہشت گرد کاروائیاں ترک کردیں اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے متبادل ذرائع استعمال کریں[92]۔ اقبال اور شاہ بیان کرتے ہیں کہ عالمی کنونشنوں کی مدد سے عالمی سطح پہ ایک آئینی ڈھانچہ تو تشکیل پاگیا لیکن کسی بھی کنونشن میں دہشت گردی کی تعریف کو ایک جرم کے طور پر شمار نہیں کیا گیا۔[93]

4.3 تعریف کی سیاست

تاہم اس پس منظر کے برخلاف علاقائی نقطہ نظر اور سیاسی اتحادوں نے دہشت گردی کی سیاسی جہت کی جانب زور دیا ہے۔ مثال کے طور پر ان میں سے اسلامی ممالک کی تنظیم او آئی سی ایک ایسا ادارہ ہے جو کہ دہشت گردی کی سیاسی جہت سے متعلق فکر مند نظر آتا ہے۔ نائن الیون کے دہشت گرد حملے کے فوری بعد جب اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا 56 واں اجلاس ہو تو اس میں یو این جنرل اسمبلی کی 1996 میں عالمی دہشت گردی سے نمٹنے کے بنائی گئی عبوری کمیٹی کی رپورٹ پر غور کیا گیا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے 56 ویں اجلاس میں آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس (او۔ آئی۔ سی) نے پرزور طریقے سے دہشت گردی کی عالمی تشریح میں یہ شق شامل کئے جانے کی تجویز دی "غیر ملکی قبضے، جارحیت، نوآبادیاتی طاقت اور دباؤ کے خلاف عوامی مزاحمت، بشمول مسلح مزاحمت جو کہ عالمی قانون کی روشنی میں حق خودارادیت کے اصولوں کے

90 James C. Simeon, The Evolving Common Law Jurisprudence Combatting the Threat of Terrorism in the United Kingdom, the United States, and Canada, 2019, https://www.mdpi.com/2075-471X/8/1/5/htm

91 Draft Code of Crimes against the Peace and Security of Mankind with commentaries, 1996, https://legal.un.org/ilc/texts/instruments/english/commentaries/7_4_1996.pdf

92 Anthony C. E. Quainton, Moral and Ethical Considerations in Defining a Counter-Terrorist Policy, in The Rationalization of Terrorism (David C. Rapoport & Yonah Alexander eds., 1982.

93 Iqbal & Shah, Defining Terrorism in Pakistani Anti-Terrorism Law.

مطابق ہوا سے دہشت گرد جرم نہیں سمجھنا چاہیئے"[94]۔ ظاہر ہے کہ پاکستان نے اس تجویز کی حمایت کی کیونکہ اس تجویز سے کشمیر کے مسئلے پر پاکستانی موقف کی حمایت ہوتی تھی لیکن پاکستان نے خاص طور پر 9ویں تمہیدی پیرا گراف کی حمایت کی جو کہ تہذیبوں کے درمیان ایک وسیع مکالمے اور ایک دوسرے کی سمجھ بوجھ کے متعلق بات کرتا ہے۔اس طرح کی حمایت اس سوچ کی بھی عکاسی کرتی ہے جو مسلم سماجوں میں پنپ رہی ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ دنیا میں تہذیبوں کے مابین تنازع کی جانب بڑھ رہی ہے اور اس کا خاتمہ صرف تہذیبوں کے درمیان مکالمے سے ہی ہو سکتا ہے[95]۔ یہ نقطہ نظر بہت وسیع تھا اور اس کی وجہ سے دہشت گردی کی مجرمانہ نوعیت طے کرنے میں معاونت نہیں مل سکتی تھی۔ یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ کسی قابض یا غاصب کے خلاف سیاسی مزاحمت جس میں مسلح مزاحمت بھی شامل ہے، یہ قانونی اور جائز ہو سکتی ہے اور اسے اپنی نوعیت کی وجہ سے دہشت گردی قرار نہیں دیا جا سکتا چاہے قابض اور غاصب ایسا دعویٰ کرتے ہی رہیں۔ لیکن اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ اس تناظر میں ہر طرح کا ہی تشدد جائز ہو جائے گا: اگرچہ قابض فوج کے خلاف مسلح کاروائی کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے لیکن شہریوں کو تشدد کے ذریعے نشانہ بنانا (مثلاً بم حملے یا بندوقوں سے فائرنگ) ایسی سرگرمیاں بہر حال دہشت گردی کے معیار پر شمار ہوتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ایک جائز اور آئینی مقصد بھی جرائم اور معصوم شہریوں کے قتل وغارت کا جواز نہیں بن سکتا اور اس صورتحال میں بھی یہ کاروائیاں دہشت گردی میں شمار ہوں گی اگرچہ اس کی وجہ سے پوری جدوجہد کو دہشت گردی کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔

ایک اور معاملہ جو دہشت گردی کے بیانیوں میں اور اس کی تعریف کے موضوع میں اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے وہ مغربی ممالک کی جانب سے افریقہ اور ایشیاء میں نسل اور قومیت پر مبنی تحریکوں کی حمایت ہے مثال کے طور پر ترکوں کا یہ گلہ ہے کہ یورپ نے پی کے کے (کردوں کے حقوق کی سیاسی و عسکری تنظیم جسے ترکی نے دہشت گرد قرار دیا ہے) کے لئے نرم گوشہ اختیار کر رکھا ہے اور پاکستان بھی یورپ سے اسی طرح کی شکایت بلوچ علیحدگی پسندوں کے معاملے پر کرتا ہے کیونکہ بلوچ قوم پرست علیحدگی پسندوں کی قیادت بھی یورپ میں رہتی ہے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ پاکستان نے دہشت گردی کی روک تھام کے لئے جنوب ایشیائی ممالک کی تعاون تنظیم سارک کے 1987 کنوینشن کی اور 2004 میں اس کے پروٹوکول کی حمایت کی ہے جو کہ دہشت گردی کے مجرمانہ پہلو پر زور دیتا ہے۔ اس کنوینشن میں مجرمانہ نوعیت کی بہت سی سرگرمیوں کو شامل کیا گیا تھا جس میں اقدام قتل، قتل عام، قاتلانہ حملے، جسمانی چوٹ پہنچانا، یرغمال بنانا، ہتھیاروں کی نقل و حمل کے جرائم، بارود کا استعمال، کسی خطرناک جان لیوا مادے کا ایسا استعمال جس کا مقصد اندھا دھند پر تشدد کاروائیاں کرنا ہو اور اس کے نتیجے میں جسمانی موت، چوٹ یا جائیداد کو سخت نقصان پہنچتا ہو[96]۔

دہشت گردی کی عالمی سطح پہ متفقہ تعریف کی تشکیل کی عالمی کوششیں یا حال کسی نتیجے پر نہیں پہنچیں لیکن اس معاملے پر دانشور طبقہ بھی اتنا ہی شش و پنج کا شکار ہے۔ دانشورانہ بیانئے کی توجہ دہشت گردی کے سیاسی مقاصد اور متشدد سرگرمیوں سے ان کے تعلق کی جانب مرکوز ہے۔

94 Ibid.

95 Ibid.

96 Ibid.

4.4 دہشت گردی کی تعریف پر علمی بیانئے

1998 تک، علمی ماہرین کا دہشت گردی کی سیاسی اور مجرمانہ نوعیت سے لے کر اس کے تکنیکی ہتھیاروں اور پروپیگنڈا مقاصد سمیت 16 عناصر پہ اتفاق تھا[97]۔ 2011 تک علمی ماہرین لگ بھگ 15 ایسے عناصر پہ متفق تھے جو دہشت گردی کی وضاحت کرتے ہیں۔ ڈاکٹر شمد نے دہشت گردی کی علمی تعریف کی گہرائی میں جانچ کی ہے اور وہ بتاتے ہیں کہ دہشت گردی کا نظریہ اس تصوراتی تاثر پہ کھڑا ہے جو خوف کو ہوا دینے کی طاقت کا قائل ہے تاکہ سیاسی تشدد کو جواز دیا جاسکے، ایک ایسا حربہ ہے جس کے ذریعے ریاست کے غیر آئینی جبر کا مقابلہ کیا جائے، یا پروپیگنڈے جیسا احتجاج، اور ایسی خطرناک نوعیت کی غیر روایتی جنگ کا ارتکاب ہے جسے ریاست یا غیر ریاستی عناصر انجام دیتے ہیں۔ اس معاملے پہ بھی علمی ماہرین کے مابین اتفاق پایا جاتا ہے کہ دہشت گردی ایک ایسا خطرہ ہے جسے دہشت گرد عناصر ایک مرحلے سے مختلف مراحل تک پھیلاتے ہیں اور اس میں خطرناک تشدد ہوتا ہے اور جس کا براہ راست نشانہ عام شہری یا غیر مسلح افراد ہوتے ہیں۔ تاہم یہ آخری نشانہ نہیں ہوتے بلکہ یہ ایک قسم کے پیغام کا کام کرتے ہیں۔ دہشت گرد کاروائیوں کے مرتکب افراد اپنی انفرادی شکل میں بھی ہو سکتے ہیں، چھوٹے گروہ کی شکل میں بھی ہو سکتے ہیں، خفیہ بین الاقوامی نیٹ ورکس بھی ہو سکتے ہیں، یا وہ ریاستی عناصر ہو سکتے ہیں یا وہ خود کوئی ریاست ہو سکتی ہے یا ریاست کے بھیجے گئے ایجنٹ ہو سکتے ہیں اور ان کے طریقہ کار میں جنگی جرائم یا منظم جرائم جیسے مماثلت بھی ہو سکتی ہے۔ دہشت گردی میں شمولیت کی وجوہات مختلف ہو سکتی ہیں ان میں تصوراتی یا مبینہ شکایات کا ازالہ، ذاتی یا لالچ میں آکر بدلہ، اجتماعی سزا، انقلاب، قومی آزادی، متنوع نوعیت کے سیاسی، سماجی، نظریاتی، قومی اور مذہبی مقاصد کا حصول شامل ہیں۔ دہشت گردی کے واقعات شاذ ہی تنہا ہوتے ہیں اور یہ عموماً تشدد کی ایک بڑی لہر کا حصہ ہوتے ہیں جو کہ خوف کی ایک پھیلنے والی فضاء ترتیب دیتے ہیں جس کے نتیجے میں دہشت گردوں کو اپنے سیاسی مقاصد پورے ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں[98]۔

4.1.1 شورش اور دہشت گردی

دہشت گردی کی تعریف میں سیاسی اور مجرمانہ عناصر کی موجودگی دہشت گرد عمل کو، اس کے مقاصد کو اور اس کے اثرات کو سمجھنے میں آسانی پیدا کر دیتی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے دہشت گردی کی اصطلاح دیگر اصطلاحوں کی حدود میں بھی جاتی ہے۔ براڈ او نیل، جو کہ دہشت گردی اور شورش پسندی کے موضوع پر مہارت رکھتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں شورش، گوریلا جنگ، دہشت گردی اور انقلاب جیسی اصطلاحوں کی تشریحات نا صرف مختلف انداز میں بیان کی گئی ہیں بلکہ ان کا استعمال بھی مختلف انداز میں تبدیل ہوتی ہوئی صورتوں میں کیا جارہا ہے[99]۔ یہ بیان کرتے ہوئے کہ دہشت گردی کیا ہوتی ہے وہ کہتے ہیں "یہاں دہشت گردی کو ایک خطرے کے طور پر بیان کیا گیا ہے یا کسی جسمانی طاقت

---

97 Alex P. Schmid & Albert J Jongman, Political Terrorism: A New Guide to Actors, Authors, Concepts, Data Bases, Theories and Literature, (2nd ed. 1988).

98 Alex P. Schmid, The Revised Academic Consensus Definition of Terrorism, (2011), reprinted from: Handbook of Terrorism Research. London, Routledge, 2011, pp. 86-88.

99 Bard E. O'Neill, Insurgency & Terrorism from Revolution to Apocalypse, New Delhi: Manas Publications, 2006, p. 13.

کے استعمال کو مراد لیا گیا ہے جو کہ غیر مسلح افراد کے خلاف ہو خاص طور پر شہریوں کے خلاف، تا کہ خوف و ہراس کی فضا پھیلا کر مخصوص سیاسی اہداف حاصل کیا جا سکیں۔ اس طرح کے مقاصد کے حصول کے لئے لازم ہے کہ ایک خاص گروہ کے رویئے میں تبدیلی لائی جائے۔ لہذا وہ خاص گروہ جسے کے رویئے میں تبدیلی لانے کی کوشش ہو وہ اپنے اپنے حالات کے مطابق مختلف ہو سکتا ہے، وہ کچھ افراد ہو سکتے ہیں، افراد کا مخصوص گروہ ہو سکتا ہے، عام لوگ ہو سکتے ہیں، حکومت ہو سکتی ہے یا دونوں ہی ہو سکتے ہیں[100]۔

4.1.2 انتہاء پسندی اور دہشت گردی

دہشت گردی کا ایک اور اصطلاح انتہاء پسندی سے بھی تعلق جڑا ہوا ہے جو کہ الجھاؤ کی ایک اور وجہ ہے۔ کیونکہ انتہاء پسندی اپنے آپ میں کوئی عمل نہیں ہے بلکہ یہ تو خیالات اور نظریات کی ایک خاص صورت کا نام ہے۔ او نیل کے مطابق یہ الجھن تقاضا کرتی ہے کہ اس معاملے پر گہری سنجیدگی سے غور کیا جائے اور مختلف اصطلاحوں کی تعریف کی جائے اور پھر انہیں واضح طور پر تواتر کے ساتھ استعمال کیا جائے[101]۔ تاہم دہشت گردی اور انتہاء پسندی کے مابین تعلق سے یہ بہت مشکل ہے کہ انتہاء پسندی کی حدود واضح کی جا سکیں۔ انتہاء پسندی کی اصطلاح ابھی تک عوامی بیانئے، پیشہ وارانہ مہارت رکھنے والے افراد اور علمی طبقوں میں درست طریقے سے واضح نہیں ہے۔ ایک عمومی مسئلہ جو دہشت گردی اور انتہاء پسندی کے بیانیوں میں مشترک ہے وہ یہ کہ ان دونوں ہی اصطلاحوں نے دہشت گرد اور انتہاء پسند کا ایک نقشہ کھینچا ہوا ہے[102]۔ عام طور پر ماہرین اور پیشہ وارانہ مہارت رکھنے والے افراد نے ایسی صورتحال کی وجوہات بھی بنا رکھی ہوتی ہیں جو کہ انتہاء پسندی اور دہشت گردی کے مظاہر کا مکمل احاطہ نہیں کرتیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دہشت گرد کو توجہ کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ وہ عوامی سطح پہ مقبول ہو سکے مگر انتہاء پسند اس کے خواہش مند نہیں ہوتے اس لئے وہ پس منظر میں کام کرتے ہیں۔ اس پس منظر کے برخلاف کچھ ماہرین کا یہ ماننا ہے کہ انتہاء پسندی دہشت گردی سے بڑا مسئلہ ہے[103]۔ وہ دلیل دیتے ہیں کہ جب کبھی انتہاء پسندی کے نئے رجحانات کے کے مظہر کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے گا تو دہشت گردی کی حدود کا تعین آسان ہو جائے گا۔ انتہاء پسندی کو سمجھنے کے لئے نفسیاتی پہلو ممکنہ طور پر فائدہ مند ہو سکتا ہے لیکن انتہاء پسندی اور دہشت گردی کے معنی تشدد کے اندھا دھند استعمال سے جوڑ دینے سے دہشت گردی کا میدان اور پھیل جائے گا اور اس طرح کی صورتحال میں ان تصورات کو جانچنا مزید مشکل ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ پاکستان میں بھی اس طرح کے مفروضے عام ہیں، مثال کے طور پر ماہرین نفسیات کے ایک

100 Ibid, p. 33.

101 Ibid, p. 13.

102 Berger, J.M., Extremist Construction of Identity: How Escalating Demands for Legitimacy Shape and Define In-Group and Out-Group Dynamics, The International Centre for Counter-Terrorism – The Hague 8, No. 7 (2017), https://icct.nl/publication/extremist-construction-of-identity-how-escalating-demands-for-legitimacy-shape-and-define-in-group-and-out-group-dynamics/

103 Ibid.

گروہ یہ سمجھتا ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی اور اور نفسیاتی بیماریوں کی یلغار ایک ہی وقت میں ہوئی ہے لہذا یہ مفروضہ بالکل جائز ہو گا کہ ان دونوں میں کوئی مرکزی تعلق موجود ہو[104]۔

دہشت گردی میں انتہاء پسندی کے چند پہلو ضرور موجود ہوتے ہیں۔ لیکن دوسری جانب یہ دونوں مظاہر یکساں نہیں ہیں۔ یہ کوئی حیران کن امر نہیں ہے کہ انتہاء پسندی کی کچھ اقسام متشدد نہیں ہوتیں اور وہ عموماً نظریاتی اور بیانئے کی حد تک ہوتی ہیں جس کی وجہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان صورتوں کو دہشت گردی میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

پاکستانی تناظر میں انتہاء پسندی اور دہشت گردی کے بیانئے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اگرچہ پاکستان میں سال 2007 سے لے کر سال 2016 تک دہشت گردی کا بدترین دور رہا لیکن دہشت گردی اور انتہاء پسندی کے موضوع پر عوامی رائے تقسیم رہی۔ سیاست اور سماجی امور کے ماہرین پاکستان میں دہشت گردی اور انتہاء پسندی کو سماجی و نفسیاتی اور سیاسی و نظریاتی پہلوؤں سے جانچنے کی کوشش کرتے رہے۔ پاکستان میں 'بنیاد پرستی' ایک اور اصطلاح ہے جسے عوامی اور علمی دونوں حلقوں میں انتہاء پسندی کے مترادف استعمال کیا جاتا ہے۔ اس معاملے کو سمجھنے کے لئے جب پاک انسٹی ٹیوٹ فار پیس اسٹڈیز (پپس) نے ماہرین کے ساتھ انٹرویوز اور مکالمے کی ایک سرگرمی انجام دی تو انہوں نے بھی اس امر کی تائید کی۔ پاکستان میں بنیاد پرستی کے موضوع پر پپس کی ایک تحقیق کے مطابق سیاست، مذہب، سماج، ثقافت اور سلامتی کے امور کے ماہرین اتفاق کرتے ہیں کہ بنیاد پرستی کے لئے ضروری نہیں تھا کہ وہ محض مذہبی نظریات میں ہو بلکہ یہ کسی بھی طرح کے نظریات میں یا سیکولر جھکاؤ میں بھی ہو سکتی ہے[105]۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان کی اگیا ہے کہ بہت سے ماہرین کا یہ ماننا ہے کہ بنیاد پرستی، انتہاء پسندی اور دہشت گردی یہ تینوں ایسی اصطلاحیں ہیں جن کا استعمال ایک جیسی صورتحال میں کیا جاتا رہا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ انتہاء پسندی کسی معاملے یا نظریئے پر اٹل نقطہ نظر اپنا لینے کا نام ہے جبکہ دہشت گردی اپنے خیالات و نظریات اور مقاصد کو بزور طاقت بغیر کسی دوسرے کی مرضی و منشاء کے نافذ کرنے کا نام ہے[106]۔ ایک پہلو جو ان کے تبصرے میں شامل نہیں تھا وہ متشدد انتہاء پسندی کا تھا جو کہ عموماً دہشت گردی کے بیانئے پر سامنے آتا ہے۔ کیونکہ انتہاء پسندی اپنے طور پر دہشت گردی کے معیارات کو بیان کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ یہ مسئلہ یہاں ختم نہیں ہوتا کیونکہ دہشت گردی اور انتہاء پسندی کے میدان حب الوطنی کی حدود کو بھی چھو لیتے ہیں۔ پاکستان میں ماہرین حب الوطنی کے دائرہ کار کو پھیلاتے ہوئے محتاط رہتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ ان کے سیاسی تصورات ہوں[107] یا ہو سکتا ہے کہ وہ مغربی دانشوروں کے اس رجحان کی عکاسی ہوں کہ وہ آمرانہ ریاستوں اور کنٹرولڈ جمہورتوں میں قوم پرست تحریکوں سے متعلق نرم رویہ رکھتے ہیں۔ تاہم یہ تقسیم دہشت گردی کی مجرمانہ نوعیت کو نظر انداز کرتی ہے۔ دوسرا مذہب بطور سیاسی اور نظریاتی محرک پاکستان میں دہشت گردی اور انتہاء پسندی کے بیانوں میں ایک بالادست عنصر

104 Asad Tamizuddin Nizami, Tariq Mahmood Hassan, Sadia Yasir, Mowaddat Hussain Rana and Fareed Aslam Minhas, Terrorism in Pakistan: the psychosocial context and why it matters, British Journal of Psychiatry, February 2018, https://www.ncbi.nlm.nih.gov/pmc/articles/PMC6020923/

105 Muhammad Amir Rana & Safdar Sial, Radicalization in Pakistan, Narratives Publications, Islamabad, 2011.

106 Amir & Safdar, Radicalization in Pakistan.

107 Ibid.

ہے اگرچہ بہت سی جگہوں پہ قوم پرستی اور مذہب ایک تحریک میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ افغان طالبان اس کی ایک عمدہ مثال ہیں۔ پاک ایران سرحد پر برسرپیکار مذہبی نوعیت کے مسلح گروہ جیش العدل میں قوم پرستی اور علیحدگی پسندی کے تصورات بہت مضبوط ہیں۔ پاکستان میں دہشت گردی، انتہاء پسندی اور قوم پرستی کے مشترکہ خطوط کی جانچ پہ علمی تحقیق کی جاچکی ہے[108]۔ ماہرین اور پالیسی سازوں کی اکثریت کا گمان دہشت گردی کے رجحانات کو مختلف زمروں میں تقسیم کرنے پر رہا ہے۔ عالمی سطح پہ علمی بیانئے میں اس نقطہ نظر کو سراہا ضرور گیا ہے مگر اس کی وجہ سے تعریف کو تشکیل دینے کے مسائل حل نہیں ہو سکے۔

ڈاکٹر یوخن ہیلر نے دہشت گردی، عسکریت پسندی، انتہاء پسندی اور دیگر ملتی جلتی اصطلاحوں کی مختصر تعریف بیان کی ہے جسے ٹیبل نمبر 2 میں بیان کیا گیا ہے۔ ان تعریفوں کی مدد سے اہم اصطلاحوں میں فرق کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے دہشت گردی کی اصطلاح کو خاص طور پر ان الفاظ میں واضح کیا ہے کہ یہ سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے تشدد کا استعمال ہے جس کا نشانہ غیر مسلح افراد ہوں، اس کا ارتکاب چھوٹے درجے کے الگ تھلگ انتہاء پسند گروہ اور باغی دونوں ہی کرتے ہیں اور جنگی تناظر میں اس کا استعمال حکومتوں کی جانب سے بھی کیا جا سکتا ہے۔

ٹیبل نمبر 2: اہم اصطلاحوں کے درمیان تفریق

سیاسی اصطلاح	تجویز کی گئی مختصر تعریف
بنیاد پرست بنیاد پرستی	مرکزی دھارے سے باہر یا ایک الگ تھلگ سیاسی فکر جو کہ سمجھوتے سے دور رہتی ہے اور ایک نقطہ نظر اپناتی ہے یا اپنے منطقی انجام 'بنیاد پرستی' کی خواہش کرتی ہے۔ اپنی اصل میں یہ اصطلاح ایک نفسیاتی یا نظریاتی کیفیت سے متعلق ہے۔
انتہاء پسند انتہاء پسندی	ایک سیاسی طریقہ جو کہ بنیاد پرستانہ قدم اٹھاتے ہوئے مرکزی دھارے کی سیاست سے جدا ہو جاتا ہے۔ اس کا تعلق سیاسی تشدد کی مختلف اقسام سے ہو سکتا ہے (یا نہیں ہوتا) مگر پھر بھی اس کا زیادہ تر تعلق نظریات سے ہے۔ "بنیاد پرستی" اور خاص طور پر "انتہاء پسندی" یہ دونوں ایسی اصطلاحیں ہیں جو عموماً غیر ریاستی عناصر سے متعلق استعمال ہوتی ہیں۔ مگر انہیں حکومتوں سے متعلق بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ (خمیر وج کمبوڈیا، نازی جرمنی اور ملڈر فارمز)
عسکریت پسند عسکریت پسندی	انتہاء پسندی کی ایک قسم جس میں تشدد کے استعمال کی صلاحیت اور خواہش موجود ہو۔

108 Muhammad Amir Rana, Religion, Nationalism and Insurgency in Balochistan, Dawn, July 14, 2019 https://www.dawn.com/news/1493929/religion-nationalism-and-insurgency-in-balochistan

باغیانہ بغاوت باغی	طاقت کا ایسا استعمال جو سیاسی مقاصد کے لئے ہو اور جو اچانک ہو، غیر منظم ہو اور عارضی مقاصد کے لئے ہو اور کسی خام نظریئے سے جڑا ہوا ہو
شرپسند شرپسندی	طویل مدت سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے ایک منظم سرگرمی مثال کے طور پر کسی حکومت کا تختہ الٹنا، خود مختاری مانگنا، قابض قوت کے خلاف لڑنا، جس میں مختلف اقسام کے سیاسی تشدد کا استعمال ہو خاص طور پر فوجی نوعیت کا، جدوجہد کے غیر مسلح عناصر کے ساتھ۔ سماج کے ایک خاص طبقے کی حمایت کے بغیر اس کا جاری رکھنا مشکل ہوتا ہے
دہشت گرد دہشت گردی	سیاسی مقاصد کے لئے تشدد کا استعمال جس کا نشانہ غیر مسلح افراد ہوں، عام طور پر اس کا استعمال چھوٹے اور الگ تھلگ گروہ اور شرپسند کرتے ہیں اور جنگ کے تناظر میں حکومتیں بھی اس کا ارتکاب کرتی ہیں۔
جملہ حقوق: یوخن ہپلر	

4.5 دہشت گردی کی درجہ بندی

متعدد تدریسی محققین کا ماننا ہے کہ دہشت گردی کی کسی ایک تعریف پر اتفاق نہ ہونا دراصل اس وجہ سے ہے کہ دنیا میں صرف ایک نوعیت کی دہشت گردی نہیں پائی جاتی اور یہ وقت کے ساتھ ساتھ بطور عمل اپنے وسائل، مقاصد و وجوہات اور عامل تبدیل کرتی رہتی ہے۔ ہئیدر ایس۔ گریگ اسے تین انواع میں تقسیم کرتی ہیں: دائیں بازو، بائیں بازو اور نسل پرست رجحانات۔ دائیں بازو سے مراد نسل پرستانہ، فسطائیانہ اور قومیت پسندانہ رجحانات کے حامل وجوہات و مقاصد ہیں۔ اسی طرح نسل پرست علیحدگی پسندانہ دہشت گردی سے مراد ایسے نسل پرست گروہ ہیں جو کسی بھی ریاست یا مسلح افواج سے خود مختاری یا آزادی چاہتے ہیں۔ وہ اس بات پر زور دیتی ہیں کہ ایسے نسل پرست گروہوں کو مذہبی مقاصد رکھنے والے دہشت گروہوں سے علیحدہ رکھنا اہم ہے جو مذہبی عوامل کے حامل تو ہیں مگر ان کا بنیادی مقصد غیر مذہبی ہے۔ کشمیر ایسی ہی ایک مثال ہے جہاں برسرِپیکار گروہوں میں سے کئی گروہ مذہبی جذبات رکھتے ہیں مگر ان کے مقاصد قوم پرستانہ ہیں۔ اسی طرح جیش العدل بھی ایسی ہی ایک مثال ہو سکتی ہے جو اگرچہ مذہبی مقاصد کی حامل ہے مگر قوم پرستانہ مقصد کے لیے لڑ رہی ہے[109]۔

109 Ibid

دہشت گردی کی درجہ بندی نے ایسے مذہبی گروہوں کی پہچان آسان کر دی ہے جو القاعدہ یا اس سے متعلقہ یا اس کے نظریات سے ہم آہنگ ہیں اور جو نائن الیون حملوں کے بعد شروع کی گئی دہشت گردی کے خلاف عالمی مہم کا خاص ہدف تھے۔ یہ گروہ الگ درجہ میں رکھے گئے ہیں، جنہیں "دائیں بازو کی نئی دہشت گردی" کا نام دیا گیا ہے۔[110]

ڈیوڈ سی راپوپورٹ، جن کی طرف سے کی گئی تعریف پاکستان کی عدالتِ عظمیٰ نے دہشت گردی کی تعریف کے حوالے سے دیے گئے فیصلہ میں درج کی ہے، دہشت گردی کو مزید دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، مذہبی اور سیکولر، اور ان کا کہنا ہے کہ مذہبی دہشت گردی کو جو خصوصیت اسے سیکولر دہشت گردی سے جدا کرتی ہے وہ مذہبی دہشت گردوں کا مقدس متن اور تاریخی مثالوں کا استعمال ہے۔ سیکولر دہشت گردی نے افعال و حدود کی ایک ایسی ثقافت کو جنم دیا ہے جس نے پر تشدد کاروائیوں کے دائرہ کار کو محدود کیا ہے[111] ۔ مارک سیجوک مذہبی دہشت گردی کی مخصوص تقسیم کرتے ہیں۔ پہلی قسم الہامی دہشت گردی کی ہے، جس کے الہامی مقاصد ہیں، ان کا بنیادی ہدف لوگوں، املاک، اور ماحول کو تباہ کرنا ہے اور عوام کو وقت کے خاتمے کی امید کے لیے اشتعال دلانا ہے اور نئی دنیا کے قیام کے مذہبی وعدوں کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔ دوسرے گروہ دہشت گردی کو شرعی قوانین پر چلنے والی حکومت کے قیام کے لیے استعمال کرتے ہیں[112]۔ اگرچہ ان تمام انواع و درجات کا مقصد دہشت گردی کی بہتر تفہیم پیش کرنا ہے لیکن عملاً انہوں نے خطرناک اور شدید خطرناک دہشت گردی کی اقسام کے درجہ بندی میں مدد فراہم کی ہے۔ یہ درجہ بندی سیاسی مقاصد کے لیے بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔ اور کسی بھی ایک قسم کو دوسری قسم سے زیادہ خطرناک قرار دیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ سفید فام برتری پر مبنی دہشت گردی کو اکثر مغربی ممالک میں ایسی ترجیح نہیں دی جا رہی جیسا کہ "اسلامی دہشت گردی" کو دی جا رہی ہے۔

ڈاکٹر یوخن ہپلر رائے دیتے ہیں کہ اگرچہ "دہشت گردانہ" اقدامات بیسویں صدی کی ساتویں دہائی سے پہلے بھی ہوا کرتے تھے لیکن انہیں مختلف طرح سے دیکھا جاتا تھا اور یہ محدود طرز پر موجود تھے جیسا کہ جرائم کی نظر سے دیکھا جائے تو جہازوں کا اغوا، قتل اور سیاسی شدت پسندی وغیرہ۔ اس وقت تک ایسی کوئی خواہش موجود نہیں تھی کہ ان تمام اور دیگر بڑی نوعیت کی سیاسی تشدد کی کاروائیوں کو ایک ہی سرخی میں جگہ دی جائے اور انہیں ایک ہی آفاقی درجہ دیا جائے۔ یہ سلسلہ ڈرامائی طور پر 1972 میں تبدیل ہوا، اگرچہ ابھی بھی بہت سے مصنفین دہشت گردانہ اقدامات کو زیرِ بحث لاتے ہوئے "دہشت گردی" کی اصطلاح استعمال نہیں کرتے[113]۔ ڈاکٹر موصوف خود بھی دہشت گردی کے اندر 'ازم' کے اضافے پر خدشات رکھتے ہیں، ان کے نزدیک ایسا کرنا بجائے خود ایک ابہام پیدا کرتا ہے اور ایک اعتقادی نوعیت کی چیز لگتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دہشت گردی کی اصطلاح اس کے عمومی فہم اور معانی سے کافی وسیع تناظر میں استعمال ہوتی رہی ہے تاکہ ایسے کئی مقامی اور خارجی پالیسی اقدامات کو جواز فراہم کیا جا سکے جن کا دہشت گردی سے کوئی زیادہ لینا دینا نہیں ہے[114]۔

110 Rana & Safdar, Radicalization in Pakistan.
111 Alex Schmid, Terrorism - The Definitional Problem.
112 Alex Schmid, Terrorism - The Definitional Problem.
113 Hippler, Terrorism: Undefinable and Out-of-Context?
114 Ibid.

تاہم عالمی برادری کی جانب سے دہشت گردی کی آفاقی تعریف کے تعین میں ناکامی نے قومی سطح پر اس کی تعریف وتوضیح میں یک گونہ گنجائش پیدا کی ہے[115]۔ پاکستان کا مسئلہ اس سے ذرا مختلف ہے کیوں کہ اس کے پاس پہلے سے ہی ایک قانونی تعریف موجود ہے۔ جو اگرچہ کامل اور ہمہ جہت نہیں جیسا کہ عدالتِ عظمیٰ نے دہشت گردی کی تعریف کے مقدمے میں اس بات کا مشاہدہ کیا ہے۔

4.6 پاکستان میں دہشت گردی کی تعریف

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ پاکستانی اہلِ دانش نے قومی یا عالمی سطح پر دہشت گردی کی تعریف کی کوششوں میں کوئی خاص حصہ نہیں ڈالا۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے دوران پاکستانی پارلیمان نے فوری قانونی ضرورتوں کے تحت ہنگامی بنیادوں پر ہی اقدامات اٹھائے۔ 1997 کا انسداد دہشت گردی ایکٹ دہشت گردی کی تعریف اور اقدامات سے متعلق ہے، اسی طرح پروٹیکشن آف پاکستان آرڈیننس ایک اجنبی دشمن کی تعریف پیش کرتا ہے، یہ اصطلاح پاکستان آرمی ایکٹ سے مستعار لی گئی ہے،[116] اور یہی بعد ازاں 2013 کے سول قانونی دائرہ کار میں برتی گئی۔ یہ ایک اہم پیش رفت تھی کہ دہشت گردی میں ملوث افراد اور گروہوں کو اجنبی دشمن کے خانے میں رکھا گیا لیکن اس میں ان کے نظریاتی اقدامات کو دشمن کی کاروائی کے ضمن میں بیان کیا گیا۔ نیکٹا کی ویب سائٹ پر موجود اس ایکٹ کی نقل بیان کرتی ہے کہ 'اجنبی دشمن' سے مراد وہ فرد ہے جو پاکستانی شہریت قائم رکھنے میں ناکام رہا ہے اور اس پر پاکستان کے خلاف جنگ یا بغاوت منعقد کرنے کے عمل کا حصہ ہونے کا شبہ ہوا ہے جو قانون میں درج جرائم میں ملوث ہونے کے ذریعے درج بالا عمل کا حصہ بنتا ہے، ان جرائم کی ایک طویل فہرست ہے جن میں سے بیشتر انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کے شیڈول 6 میں شامل ہیں۔ اس میں وہ جرائم بھی شامل ہیں جو پاکستان سے باہر پاکستانی مفادات کے خلاف ہیں یا سائبر جرائم جو پاکستان کے اندر غیر ملکی مفادات کے خلاف کیے جاتے ہیں۔ اس قانون کا مقصد اجنبی دشمن کو پاکستان میں حاصل بنیادی انسانی حقوق کے دائرہ کار سے باہر کرنا تھا[117]۔ اگرچہ آرڈیننس میں اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی، تاہم تشریحات میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ فرد جو آئین کو تسلیم نہیں کرتا، یعنی نظریاتی طور پر اس سے کٹ کر رہ جاتا ہے، اسے بھی اجنبی دشمن کے خانے میں رکھا جائے۔ یہ آرڈیننس پاکستان میں صحیح طور پر زیرِ بحث نہیں لایا گیا ماسوائے انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والے گروہوں کے جنہوں نے قانونی اور انسانی بنیادوں پر اس کو پرکھا[118]۔ تاہم یہ قانون اطلاق پذیر ہوا اور مختلف اہم مواقع پر اس میں توسیع بھی کی گئی، لیکن سیاسی جماعتوں نے بھی اس سے متعلقہ مسائل پر بحث کا آغاز نہیں کیا اور اجنبی دشمن کی تعریف مکمل طور پر واضح نہ ہوئی۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی توجہ کا مرکز بھی انسداد دہشت گردی ایکٹ رہا جس میں وہ قانونی چارہ جوئی کے لیے زیادہ سہولت دیکھتے ہیں۔

115 Iqbal & Shah, Defining Terrorism in Pakistani Anti-Terrorism Law.

116 Ahmer Bilal Soofi, Legal aspects of operation, Dawn, July 12, 2014, https://www.dawn.com/news/1118645

117 https://nacta.gov.pk/wp-content/uploads/2017/09/PROTECTION-OF-PAKISTAN-ORDINANCE.pdf

118 Ahmer Bilal Soofi, Legal aspects of operation, Dawn, July 12, 2014, https://www.dawn.com/news/1118645

1997 میں اس کے اعلان سے لے کر آج تک انسداد دہشت گردی ایکٹ میں 24 مرتبہ ترمیم کی جا چکی ہے۔ ہر موقع پر اس میں کی گئی ترامیم نے تینوں بنیادی اجزا، ذرائع، مقاصد اور نتائج کے وسیع ہونے کے اثر کو تبدیل کیا ہے۔ حوالہ و تجزیہ کی آسانی کے لیے حالیہ ترمیم شدہ تعریف کو مکمل متن کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے:

حصہ 6۔ دہشت گردی۔

(1) :-اس ایکٹ میں 'دہشت گردی کا مطلب درج ذیل اقدامات کرنے یا ان کے استعمال کی دھمکی دینا ہے

ا) وہ تمام اقدامات جو ذیلی شق (2) کے ذیل میں آتے ہیں؛ اور

ب) حکومت، عوام، یا کسی عوامی یا سماجی حلقے یا فرقہ کے اندر خوف و ہراس، بیرونی حکومت یا عوام یا کسی عالمی تنظیم کے اندر خوف و ہراس یا ڈر پھیلانے یا زور زبردستی کرنے جیسے تمام اقدامات کرنا یا کرنے کی دھمکی دینا؛ یا

ج) اپنے مذہبی، فرقہ وارانہ یا لسانی مقاصد کو پھیلانے کے لیے کوئی اقدامات کرنا [یا عوام، سماجی حلقوں، صحافیوں، کاروباری برادری کو ڈرانا دھمکانا، یا عوام، سرکاری افسران، تنصیبات، سلامتی یا قانون افذ کرنے والے اداروں پر حملہ آور ہونا، ان کی جائیداد کو بھتہ خوری، لوٹ مار، آتش زنی کے ذریعے نقصان پہنچانا]۔

(2) درج ذیل کوئی بھی عمل ذیلی شق (1) کے معانی میں شامل ہوگا، اگر:

ا) وہ کسی کے لیے موت کا باعث بنے؛

ب) کسی فرد کے خلاف سنگین تشدد ہو یا کسی کو شدید زخمی یا نقصان پہنچائے؛

ج) املاک کو شدید نقصان پہنچائے [حکومتی املاک، حکومتی تنصیبات، اسکولوں، ہسپتالوں، دفاتر یا کسی اور سرکاری، عوامی یا نجی املاک کو آتش زنی، لوٹ مار یا بھتہ خوری یا کسی اور ذریعے نقصان پہنچائے]؛

د) کوئی بھی ایسا عمل جس سے کسی فرد کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو یا اس کی موت واقع ہو جائے؛

ہ) بھتہ، تاوان یا یرغمال بنانے کے لیے اغوا کی کاروائی ہو؛

و) بم دھماکے سمیت کسی بھی چیز کے ذریعے دھماکہ خیز مواد کا استعمال کرے [یا دھماکہ خیز مواد رکھنا، بغیر حکومتی اجازت کے، یا ایسے مواد کے ساتھ غیر قانونی طور پر منسلک ہو] ؛

ز) باہم نفرت پیدا کرے، مذہبی، فرقہ وارانہ یا نسل پرستانہ بنیادوں پر تشدد کو ابھارنا یا داخلی فساد پیدا کرے؛

ح) قانون ہاتھ میں لینے کا باعث بنے، کسی بھی تنظیم، گروہ یا فرد یا کسی بھی جانب سے بلا جوازِ قانون سزا دلوائے، تا کہ غیر قانونی طور پر عوام، افراد، گروہوں، سماجی حلقوں، سرکاری افسران اور اداروں، قانون نافذ کرنے والے اداروں کو ڈرایا دھمکایا یا دہشت زدہ کیا جا سکے؛

ط) مذہبی مقامات، مساجد، امام بارگاہوں، گرجہ گھروں، مندر اور دیگر عبادت خانوں پر گولیاں برسائے، یا پھر خوف و ہراس پیدا کرنے کے لیے بلاوجہ فائرنگ کرے، یا مساجد اور دیگر عبادت گاہوں پر زبردستی قبضہ کرے؛

ی) تمام عوام یا ان کے کچھ حصہ کے لیے عدم تحفظ کا باعث بنے، یا اس طرح کا عمل جس سے عوام خوفزدہ ہوتے ہیں اور یہ ان کو روزمرہ کام اور تجارت کے لیے باہر نکلنا ممنوع قرار دے اور شہری زندگی کو متاثر کرے؛

ک) گاڑیوں کو جلائے یا دیگر شدید جلاؤ گھیراؤ کے واقعات ہوں؛

ل) بھتہ خوری اور جائیداد پر قبضہ کرے؛

م) باہمی ربط کے نظام یا عوامی فلاحی خدمات میں مداخلت یا اس کو شدید متاثر کرے؛

ن) ایک سرکاری ملازم پر جبر کرے یا دھمکائے کہ وہ اپنے فرائضِ منصبی سے ہاتھ کھینچ لے یا اگر ان کی بات ماننے سے انکار کرے؛

س) پولیس، مسلح افواج، سویلین مسلح افواج یا سرکاری ملازم پر تشدد کرتا ہو؛

ع) ایسا کام ہو جو قانون نافذ کرنے والے اداروں کے خلاف افراد یا کسی گروہ کی مسلح مزاحمت کا حصہ ہو؛

ف) ایف ایم ریڈیو پر حکومت یا متعلقہ اداروں کی اجازت کے بغیر اپنی من پسند تشریحات کی تبلیغ و ترویج اور ان کی اشاعت اور پھیلاؤ کے لیے کام کرے؛

(3) ذیلی شق (2) کے اندر درج کسی بھی چیز، مثلاً آتشیں اسلحہ یا دھماکہ خیز مواد کا استعمال یا اس کے استعمال کی دھمکی دہشت گردی کے ضمن میں آتی ہے۔ چاہے ذیلی سیکشن (1) سی پورا نہ ہوا ہو۔

اے ٹی اے کی تعریف جرائم کی تمام اقسام اور جہات کا احاطہ کرتی ہے جو دہشت گردی کی نیت سے کیے جائیں۔ تعریف میں 'شدید' اور 'سنگین' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں مگر ان کی حدود کا تعین نہیں کیا گیا۔ تعریف کا ارتکاز بہت وسیع ہے اور تعریف میں مذکور اقدامات کی لمبی فہرست مسائل کا باعث ہے[119]۔ قانونی ماہرین اور سلامتی امور کے کارکنان کے 'گھناؤنے جرم' کی اصطلاح پر خدشات ہیں، جن کی تعریف قانون میں موجود نہیں ہے جس کے باعث انسداد دہشت گردی کا دائرہ کار دہشت گردی سے کہیں زیادہ وسیع ہو گیا ہے[120]۔ مثال کے طور پر

119 Shahzada Sultan, Redefying terrorism, The News on Sunday, November 17, 2019, https://www.thenews.com.pk/tns/detail/569766-redefining-terrorism

120 Tariq Parvez and Mehwish Rani, An Appraisal of Pakistan's Anti-Terrorism Act, Special Report 377, USIP, August 2015, https://www.usip.org/sites/default/files/SR377-An-Appraisal-of-Pakistan%E2%80%99s-Anti-Terrorism-Act.pdf

چھوٹی عدالتوں میں کئی ایک قتل کے مقدمات میں ملوث مجرمان پینل کوڈ کی شق 309 اور 310 کے وسیلے سے کسی مفاہمت تک پہنچ جاتے ہیں لیکن انسداد دہشت گردی ایکٹ کے ضمن میں ایسی کوئی سہولت میسر نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ متاثرہ فریق کے قانونی مشیران انہیں اس بات پر آمادہ کرتے ہیں کہ مقدمے میں انسداد دہشت گردی ایکٹ کی شق ڈال دی جائے تاکہ مجرم کو کسی طرح سے کوئی چھوٹ نہ مل سکے[121]۔اس بات کی ضرورت ہے کہ انسداد دہشت گردی ضوابط عام جرائم سے الگ نہ رکھے جائیں تاکہ اس کے دائرہ کار کے تعین کا مسئلہ حل ہو سکے۔ انسداد دہشت گردی مقدمات سے متعلق شقوں کو پینل کوڈ کا حصہ بنایا جائے ایک الگ باب کے ذریعے بجائے اس کے کہ ان کو بالکل الگ تھلگ رکھ کر ان سے نمٹا جائے[122]۔

اقبال اور شاہ انسداد دہشت گردی ایکٹ میں درج تعریف کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: مقصد یا نیت، ذرائع تشدد، اور تشدد اس کے نتائج[123]

مقصد: "جو بھی عوام، یا کسی جگہ کے عوام میں دہشت پھیلائے، یا کسی بھی جگہ کے عوام کو الگ تھلگ کرنے کی کوشش کرے، یا عوام کے مختلف طبقات کے درمیان ہم آہنگی کو نصان پہنچائے۔"ذرائع: "کوئی بھی چیز یا فعل جو بموں، سرنگوں یا دیگر آتش گیر یا دھماکہ خیز اشیا کا استعمال کرے، یا آتش زنی، یا دیگر ہلاکت خیز ہتھیاروں یا جان لیوا، زہریلی یا مہلک گیسوں یا کیمیائی مواد یا دیگر مادہ جات، یا نقصان دہ چیزوں کے ذریعے کیا جائے۔"

نتائج: "کسی بھی فرد یا افراد کی موت کا باعث بنے یا موت کا باعث بننے کا اندیشہ پایا جاتا ہو، املاک و جائیداد کی تباہی کرے، عوام کے لیے ضروری بنیادی اشیا کی ترسیل میں رکاوٹ کا باعث بنے، آتش گیر مواد کی نمائش کرے، یا کسی بھی سرکاری ملازم کو اپنے فرائضِ منصبی سے بقوتِ بازو روکے، ان سب نتائج کے حامل اقدامات دہشت گردی میں شمار ہوں گے "[124]۔

انسداد دہشت گردی ایکٹ پر دوسرا اعتراض انسانی حقوق کو سلب کرنے کے حوالے سے ہے اور یہ بھی کہ یہ ایکٹ اقوام متحدہ آفاقی انسداد دہشت گردی طریقہ کار 2006 سے مطابقت بھی نہیں رکھتا[125]۔ قوانین کا اطلاق سیاسی عزم اور اداراتی گنجائش کا متقاضی ہوتا ہے[126]، لیکن یہ چیز واضح نقطۂ نظر کے باعث پیدا ہوتی ہے جبکہ دہشت گردی کی مبہم تعریف اس طرح کا تحرک پیدا نہیں کر سکتی۔ پارلیمان، سول سوسائٹی، اور انٹیلی جنس ادارے ہنگامی طریقہ کار اپناتے رہے ہیں کیوں کی ان کا زیادہ تر انحصار سیکیورٹی اداروں کے ذریعے دہشت گردی پر بزورِ قوت قابو

121 Aisha Tariq, Defining Terrorism: Its (mis)implication and implication in Pakistan, Policy Perspectives, a research journal of Institute of Policy Studies, Islamabad, Vol. 16, No. 1, 2019, pp. 133-135.

122 Ibid, p. 135.

123 Iqbal & Shah, Defining Terrorism in Pakistani Anti-Terrorism Law.

124 Ibid.

125 Ibid.

126 Shabana Fayyaz, Responding to Terrorism: Pakistan's Anti-Terrorism Laws, Perspectives on Terrorism, Vol. 2, No. 6 (2008), http://www.terrorismanalysts.com/pt/index.php/pot/article/view/39/html

پانے کی حکمتِ عملی پر رہا ہے اور سیاسی جماعتیں سیاسی کارکنان اور انسانی حقوق کے نمائندگان کے خلاف انسداد دہشت گردی قانون کے غلط استعمال پر فکر مندی تک محدود رہی ہیں۔

2019 میں دہشت گردی کی تعریف کے حوالے سے عدالتِ عظمیٰ کے فیصلے کا گرمجوشی سے استقبال کیا گیا، زیادہ تر اس بنا پر کہ اس کے ذریعے دہشت گردی کی تعریف میں کچھ شفافیت آئی اور ان اقدامات کے پیچھے کارفرمانیت اور مقصد کو پیشِ نظر رکھا گیا۔تاہم کوئی بھی جرم اس وقت تک دہشت گردی نہیں کہلائے گا جب تک کہ وہ "اپنی نوعیت اور مقصد" کے لحاظ سے اپنے سیاسی، نظریاتی یا مذہبی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے حکومت، عوام، یا کسی سماجی حلقے کو مجبور نہیں کرے گا یا دھمکی دھونس پر مبنی نہیں ہوگا[127]۔عدالتِ عظمیٰ نے سفارش کی کہ پارلیمان کو 'دہشت گردی' کی ایک جامع تعریف کرنی چاہیے جو ان 'پر تشدد اقدامات' پر مرتکز ہو جن کو "سیاسی، نظریاتی یا مذہبی مقاصد" کے تحت عمل میں لایا جاتا ہو[128]۔

عدالتِ عظمیٰ نے دہشت گردی کی فوجداری/مجرمانہ اور سیاسی نوعیت کو طے کرنے کا وسیع کام سونپا ہے۔دریں اثنا اسی عدالت نے ڈیوڈ سی ریپوپورٹ کے نظریہ دہشت گردی کی لہریں کو متن کا حصہ بناتے ہوئے دہشت گردی کی تعریف کے دائرہ کار کو محدود کر دیا، جو جدید دہشت گردی کو چار لہروں میں تقسیم کرتی ہے، انارکیت پسندی(1880تا1920)، نوآبادیاتی مخالف(1920تا1960)، بائیں بازو(1960تا1990)، اور مذہبی(1990 سے اب تک)۔ جیسا کہ محققین دہشت گردی کی ایک جامع اور مکمل عالمی تعریف کرنے کے لیے کوششیں کر رہے ہیں، اس سلسلے میں ریپوپورٹ کی یہ تقسیم اس عمل کو سمجھنے میں مدد ومعاون ثابت ہوتی ہے لیکن کسی اعلیٰ عدالتی فیصلے میں اس کا ذکر قانون سازوں کو اس کے دائرہ کار کو مخصوص حدود تک رکھنے پر مجبور کرتا ہے جبکہ اس عمل کی کئی تعریفیں اس وقت موجود ہوں۔عالمی کنونشنز اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں بھی اس عمل کو طے کیا جا سکتا ہے تاہم پارلیمان کو ایک گہری بحث کا آغاز کرنا چاہیے جو مقامی، علاقائی اور عالمی کوششوں کو دیکھے اور دیگر قوموں کی جانب سے اختیار کردہ فعال تعریفات کو بھی زیرِ غور لائے۔ پاکستان کے لیے تعریف کا یہ چیلنج کافی گہرا ہے کہ دہشت گردی کا مسئلہ کس طرح حل کیا جائے:

- کیا یہ مسئلہ فوجداری عدالتی نظام کے پسِ منظر میں حل کرنا چاہیے
- کیا عسکری قوت کے ذریعے اس سے لڑا جائے
- دہشت گردی کی سیاسی جہت سے کیسے لڑا جائے، جبکہ آپ کے پاس تمام سیاسی مخالفین کو قابو کرنے کے لیے کوئی طریقہ کار موجود نہیں ہے۔
- دہشت گردی کو سیاسی تشدد کی دیگر شکلوں سے کیسے الگ کیا جائے۔

127 Shahzada Sultan, Redefying terrorism, The News on Sunday, November 17, 2019, https://www.thenews.com.pk/tns/detail/569766-redefining-terrorism

128 Zia Ullah Ranjah, Defining terrorism, The News, November 4, 2019, https://www.thenews.com.pk/print/550346-defining-terrorism

ضرورت اس امر کی ہے جب پاکستان میں دہشت گردی کی سیاسی جہت کو طے کیا جائے تو ہمارے پاس دہشت گردی کی ایک ایسی تعریف ہو جو کسی بھی نوعیت کے نفرت انگیز امور کو جرم قرار دے، جو تشدد اور خوف پر مبنی ہوں۔اس طرح یہ تعریف موزوں ہو جائے گی کہ ہم سیاسی، نظریاتی یا مذہبی مقاصد کو اس تعریف کے ضمن میں دیکھ سکیں، جن کو حاصل کرنے کے لیے حکومت، عوام یا کسی عوامی حلقے پر دباؤ یا زور زبردستی یا دھونس دھمکی جیسے عوامل کو بروئے کار لایا گیا ہو۔

یہ تعریف، اقوامِ متحدہ کی سکیورٹی کونسل کی قراردادوں کی تعمیل کرتے ہوئے پاکستان کے باہر ہونے والے دہشت گردی کے اقدامات کو اپنے اندر شامل کر سکتی ہے۔

5. پارلیمان میں دہشت گردی کی تعریف کا طریقہ کار

پاکستان کی عدالتِ عظمیٰ نے یہ ذمہ داری پارلیمان کو دی ہے کہ وہ دہشت گردی کی تعریف متعین کرے۔ حکمران جماعت اور حزبِ اختلاف کی جماعتوں نے اس کا بیڑا اٹھانے کے لیے کوئی جوش و خروش ظاہر نہیں کیا ہے۔ سیاسی جماعتوں کے پاس یہ اچھا موقع ہے کہ وہ تمام سیاسی ابہامات کو دور کریں اور دہشت گردی سے متعلقہ قوانین کے غلط استعمال کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیں۔

عدالتِ عظمیٰ نے اپنے فیصلہ میں نہ صرف قانونی ابہامات دور کرنے کی بات کی ہے بلکہ انسداد دہشت گردی ایکٹ کے سیکشن 6 میں موجود تعریف کے سیاسی اور نظریاتی اجزا کو زیرِ غور لانے کا بھی کہا ہے۔ اگر اس میں موجود سقم ابھی بھی حل نہ کیے گئے تو دہشت گردی سے متعلقہ مسائل کے مقدمات نتیجہ خیز نہیں ہو سکتے اور 1997 کے قانون کا غلط استعمال بھی جاری رہے گا۔ عدالتِ عظمیٰ کے فیصلہ کے دوران مشاہدہ میں آیا ہے کہ "انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کے سیکشن 6 میں دہشت گردی کی وقتی تعریف بہت وسیع ہے اور اس میں کئی ایسے اقدامات، تراکیب اور مقاصد شامل ہیں جن کا دہشت گردی کے عمومی تصور سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس ایکٹ کے مقدمہ اور تیسرے شیڈول میں درج کئی دیگر جرائم کو بھی انسداد دہشت گردی عدالتوں کے اندر سماعت کے لیے مختص کیا گیا ہے جبکہ یہ جرائم دہشت گردی کی ذیل میں نہیں آتے ہیں۔ اس طرح ان مخصوص عدالتوں پر کام کا بوجھ کافی بڑھ سکتا ہے اور دہشت گردی کے حقیقی مقدمات کے فیصلوں اور سماعتوں میں تاخیر ہو سکتی ہے[129]۔"

دہشت گردی سے متعلقہ مقدمات کی سماعت کے لیے ایک واضح تعریف کا ہونا از بس ضروری ہے۔ دہشت گردی کی تعریف کا تعین پاکستان بلکہ دنیا بھر کے لیے بھی کوئی نیا معاملہ نہیں ہے کیوں کہ اس مسئلہ پر دنیا کئی دہائیوں سے اپنی توانائیاں صرف کر رہی ہے۔ سیاسی جماعتوں کی اس بارے خاموشی کو کئی طریقوں سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ دہشت گردی کی کاروائیاں سر چڑھ کر بول رہی ہوں ایسے میں اس کی تعریف میں انہیں دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ سلامتی سے متعلق قانون سازی ان کے لیے ایک ترجیحی اور اہم چیز ہو سکتی ہے کیوں کہ اس مسئلہ میں سکیورٹی اداروں کی مشاورت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، اور سکیورٹی ادارے دہشت گردی کی از سرِ نو تعریف میں چنداں دلچسپی نہیں رکھتے۔ سیاسی معاملات کے ساتھ ساتھ صلاحیت کا مسئلہ بھی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ عدالتِ عظمیٰ نے اس کام کے لیے کوئی وقت نہیں دیا، تاہم اس عمل میں کوئی بھی تاخیر موجودہ حکومت کی ناکامی یا نااہلی کی صورت میں سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال ہو سکتی ہے۔ اگر پارلیمان کے اندر اور باہر سیاسی جماعتیں اپنی اس ذمہ داری میں ناکام رہتی ہیں تو اسے پارلیمان کی ناکامی پر محمول کیا جائے گا۔ تعریف کی یہ بحث پاکستان کے سیاسی مکالمے کو بھی ایک صحیح سمت عطا کرے گی کیوں کہ اس کا تعلق پاکستانی سیاسی تاریخ سے انتہائی گہرا ہے۔ سیاسی تشدد، مزاحمتوں اور مذہبی دہشت گردی نے ملک کو بری طرح متاثر کیا ہے لہذا اس بحث کا آغاز اور اس کی قانونی و سیاسی جہتوں کو واضح کرنا انتہائی ضروری ہے۔ پاکستان کے لیے یہ انتہائی

129 Supreme Court of Pakistan judgement on Criminal Appeals No. 95 and 96 of 2019, Civil Appeal No. 10-L of 2017 and Criminal Appeal No. 63 of 2013. October 30, 2019, https://www.supremecourt.gov.pk/downloads_judgements/crl.a._95_2019.pdf

موزوں ہے کہ یہاں سیاسی تشدد، اس کی تعاریف بشمول دہشت گردی کی اقسام پر آئینی کنونشنز موجود ہوں۔ یہ کنونشنز اور تعاریف وقت کے ساتھ ساتھ آئینی ضرورتوں کے تحت تبدیل ہوتے رہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ پاکستان میں اہلِ دانش اور مدرسین نے دہشت گردی کی تعریف کے حوالے سے کوئی علمی بحث کا آغاز نہیں کیا جبکہ سیاسی جماعتیں دہشت گردی اور سیاسی تشدد سے متعلقہ قانون سازی کا نشانہ بننے کی خوف ناک تاریخ کے ساتھ ساتھ انہیں کچھ تحفظات ہیں جن کی بنا پر وہ ایسا نہیں کر پائیں۔

جب کبھی بھی پارلیمان اس کام میں ہاتھ ڈالے گی اسے اس راہ میں کئی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ ظاہری سی بات ہے کہ دہشت گردی، بالخصوص اس کی فوجداری اور سیاسی نوعیت کے حوالے سے مختلف سیاسی، نظریاتی، قانونی اور سکیورٹی اداروں کا نقطۂ نظر باہم جدا ہے۔ پارلیمان کچھ بیرونی عوامل کے زیرِ دباؤ بھی ہوگی جیسا کہ اقوام متحدہ، پاکستان کو بہر صورت اس کی ان قرار دادوں اور پیش ناموں کا احترام کرنا پڑے گا جو دہشت گردی کی تعریف کے تعین کے لیے رہنما خطوط فراہم کرتی ہیں۔ پارلیمان کو درج ذیل مخصوص چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جب وہ دہشت گردی کی تعریف کا کام کر رہی ہوگی۔

5.1 عدالتِ عظمیٰ کی ہدایات

عدالتِ عظمیٰ نے اپنے فیصلہ میں پارلیمان کو تجویز کیا ہے کہ دہشت گردی کی نئی تعریف دہشت گردی کے عالمی نقطۂ نظر سے ہم آہنگ ہو اور ان پر تشدد سرگرمیوں پر مرتکز ہو جو سیاسی، نظریاتی یا مذہبی مقاصد کے حصول کے لیے عمل میں لائی گئی ہوں۔ مگر یہ بھی مکمل نہیں ہے۔ کیونکہ تمام ممالک کی تمام افواج بنیادی طور پر "سیاسی، نظریاتی یا مذہبی مقاصد کے حصول کے لیے پر تشدد سرگرمیوں کے نقطۂ نظر" کے تحت بنائی جاتی ہیں، لیکن یہ ہدایت ان کو دہشت گردوں کے ضمن میں شامل کرنے میں مددگار نہیں ہوگی۔

یہ فیصلہ بیان کرتا ہے کہ "ہم یہ تجویز کرتے ہیں کہ پارلیمان اس ایکٹ کے مقدمہ میں مناسب ترمیم کر سکتی ہے اور ان تمام جرائم کو شیڈول 3 میں سے نکال سکتی ہے جن کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں بنتا[130]۔" شیڈول 3 کو انسداد دہشت گردی سے نکال باہر کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہے لیکن دہشت گردانہ جرائم کی نئی فہرست مرتب کرنا بلاشبہ جان جوکھوں کا کام ہوگا۔ پر تشدد اقدامات کی فہرست مرتب کرنے اور ان کو جرم قرار دینے کا عمل شیڈول 3 سے زیادہ مختلف نہیں ہوگا لیکن ان جرائم کو سیاسی، نظریاتی اور مذہبی ارادوں کے ساتھ جوڑنا پارلیمان کے لیے ایک مشکل کام ہوگا، عالمی سطح پر بھی یہ کام خاصا مشکل رہا ہے۔ ایک ماہر قانون کا کہنا ہے کہ "دہشت گردی کے سیاسی، اخلاقی، نظریاتی، سماجی اور جذباتی مفاہیم کسی بھی عدالتی نظام میں ایک چیلنج بن جاتے ہیں۔ ہمارے قانون سازوں کو بھی اس مشکل کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ [پاکستان میں رائج] ان قوانین میں کی گئی دہشت گردی کی تعریف یا تو جرم کی شدت یا سماج پر اس کے خطرناک اثر یا جرم کے دوران استعمال شدہ اسلحہ پر

130 Ibid.

مرتکز ہے۔اس طرح کی تغیر پذیر تعاریف ہمارے عدالتی فیصلوں میں تضادات پیدا کرتی ہیں۔اور اس طرح یہ مقدمات ایک عدالت سے دوسری عدالت تک گھٹتے چلے جاتے ہیں کہ دہشت گردی کی کوئی متعین تعریف ہی موجود نہیں ہے[131]۔"

عدالتِ عظمیٰ نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ انسداد دہشت گردی ایکٹ پولیس اور چھوٹی عدالتوں کے ذریعے غلط استعمال ہوتا ہے اور کہا ہے کہ: "اسی لیے یہ ضروری ہے کہ قانون کے صحیح اطلاق کے لیے اس کی موزوں اور صحیح بازیافت نہ صرف یہ کہ ضروری ہے بلکہ یہ یک گونہ فرض ہے تاکہ متعلقہ قانون کو اپنے اصل مقاصد سے ہٹ کر غلط استعمال ہونے سے بچایا جا سکے[132]۔"

پارلیمان کو اس نئی تعریف کے غلط استعمال سے بچنے کے لیے ان تمام پہلوؤں پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔

5.2 سیکیورٹی کونسل اقوام متحدہ کی قراردادیں اور رہنما خطوط

عدالتِ عظمیٰ نے پارلیمان کو سفارش کی کہ دہشت گردی کی نئی تعریف عالمی معیارات سے مطابقت رکھتی ہو اور اقوام متحدہ کے رکن کی حیثیت سے سیکیورٹی کونسل کی سفارشات کو بھی ملحوظِ خاطر رکھے۔ سیکیورٹی کونسل اقوامِ متحدہ کی 1373 قرارداد میں اقوام متحدہ کے چارٹر کے باب 7 کو شامل کیا گیا ہے، جس میں دہشت گردی کی روک تھام کے لیے ریاستی ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اقبال اور شاہ نے قرارداد 1373 میں درج ذمہ داریوں کو مختصر مگر جامع طور پر نقل کیا ہے: "یہ ریاستوں سے اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ وہ دہشت گردی کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیں، دہشت گردانہ سرگرمیوں کو روکیں، دہشت گردی کی حمایت کرنے والوں کے لیے جگہ تنگ کر دیں، اپنی سرزمین دہشت گردی کے لیے استعمال نہ ہونے دیں، دہشت گردی کے مددگار افعال کو جرم قرار دیں، دہشت گردی کی مدد کرنے والوں کو انصاف کے کٹہرے میں لائیں، جرائم کی تفتیش و تحقیق اور مقدمات میں ایک دوسرے کی مدد کریں اور سرحد پار دہشت گردوں کی نقل و حمل کو روکیں[133]۔"

5.3 پیچیدہ علاقائی پس منظر

سیکیورٹی کونسل اقوام متحدہ کی ایک اور قرارداد 1566(2004) بھی کئی دہشت گردانہ اقدامات کی مذمت کرتی ہے۔اس قرارداد کا تیسرا پیراگراف ایسے افعال یا سرگرمیوں کی نشاندہی کرتا ہے جو جرم ہیں، جن میں عوام کے خلاف اٹھائے گئے اقدامات ہوں، جن کا مقصد کسی کو موت کے گھاٹ اتارنا یا شدید زخمی کرنا ہو، کسی کو یرغمال بنانا، تاکہ عوام، یا کسی عوامی حلقے یا کسی ایک فرد کو خوف زدہ کیا جائے، یا کسی حکومت،

131 Zia Ullah Ranjah, Defining terrorism, The News, November 4, 2019, https://www.thenews.com.pk/print/550346-defining-terrorism

132 Supreme Court of Pakistan judgment of October 30, 2019, https://www.supremecourt.gov.pk/downloads_judgements/crl.a._95_2019.pdf

133 Iqbal & Shah, Defining Terrorism in Pakistani Anti-Terrorism Law.

عوام یا کسی عالمی تنظیم کو اپنا کام نہ کرنے کے لیے ڈرانا دھمکانا شامل ہیں، جو دہشت گردی سے متعلق اقوامِ متحدہ کے کنونشنز اور پروٹوکولز میں درج ہیں۔ پیرا گراف 3 دہشت گردی کے دائرہ کار کو مزید محدود کر دیا ہے، اس میں بیان ہے کہ ایسی سرگرمیاں "سیاسی، فلسفیانہ، نظریاتی، نسلی، رنگت، مذہبی یا کسی بھی نوعیت کے نقطۂ نظر سے کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہیں۔[134]

دہشت گردانہ اقدامات کو مقامی سطح پر جرم قرار دینا کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہو گا لیکن مقامی تعریف کا ایک عالمی پسِ منظر ضرور ہو گا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ تنظیم تعاون اسلامی اور پاکستان نے اقوامِ متحدہ میں دہشت گردی کی سیاسی جہات پر اپنے خدشات کا ظہار کیا ہے اور بیرونی قبضہ، مداخلت، نوآبادیاتی یلغار یا تسلط کے خلاف لوگوں کی مسلح مزاحمت کے حق کا دفاع کیا ہے۔ ایک ایسی مقامی تعریف جو ان تمام عالمی عوامل کا احاطہ کرتی ہو جو تحریکِ آزادی کو قبول نہ کرتی ہوں، عالمی سطح پر پاکستان کے پیش کردہ موقف سے پسپا ہونے کے مترادف ہو گا۔ اس طرح کشمیریوں اور افغانستان میں طالبان کے حقِ خودارادیت کے حوالے سے اس کے موقف اور دہشت گردی کی مقامی تعریف میں تضاد پیدا ہو سکتا ہے۔

5.4 دہشت گردی اپنی کاملیت میں

پارلیمان کو دہشت گردی کی تعریف کے لیے عالمی و علاقائی درسی نقطہ ہائے نظر کو دیکھنا ہو گا، جس سے دہشت گردی کی اپنی تمام تر کاملیت کے ساتھ جامع تفہیم ممکن ہو پائے گی۔ دہشت گردی ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اور اس کی تعریف کے تعین تک پہنچنا کوئی آسان مرحلہ نہیں ہے، اس کے لیے منضبط سوچ و فکر درکار ہے[135]۔ ایک جامع تعریف اس سلسلے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے کہ اس اصطلاح کے غلط استعمال اور سیاسی و نظریاتی اجاڑپن سے بچا جا سکے[136]۔ متعدد درسی تعاریف جو 73 درسی جرائد کے کم سے کم مشترکات پر مبنی ہیں، کسی حد تک متفق ہیں کہ :

"دہشت گردی ایک ایسی سیاسی سرگرمی ہے جو دھمکی آمیز انداز یا طاقت کے استعمال یا تشدد کے ذریعے انجام دی جائے جس میں مقبولیت کا حصول اہم کردار ادا کرتا ہے[137]۔" "تاہم ایک جامع تعریف درج ذیل عناصر بھی موجود رکھتی ہے:[138]

- قصور وار یا مظلوم کا حوالہ
- خوف یا دہشت کا تذکرہ

134 Ibid.

135 Lukas Schoenenberger, Andrea Schenker-Wicki and Mathias Beck, Analyzing Terrorism from a System Thinking Perspective, Perspectives on Terrorism, Vol. 8, Issue 1, February 2014, https://www.researchgate.net/publication/262826171_Analysing_Terrorism_from_a_Systems_Thinking_Perspective

136 Hippler, Terrorism: Undefinable and Out-of-Context?

137 Alex Schmid, Terrorism - The Definitional Problem.

138 Ibid.

- مقصد یا منزل کا بیان (سیاسی دائرے سے باہر)
- غیر محارب اہداف کا ذکر
- استعمال شدہ مجرمانہ اور غیر اخلاقی طریقہ ہائے کار کا بیان (یرغمال بنانا، اغوا کرنا، ہدفی یا غیر ہدفی قتل)

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے دہشت گردی کو سیاسی مقاصد کے لیے تشدد کو بروئے کار لانے کے حوالے سے بھی متعارف کروایا جا سکتا ہے جو بلا واسطہ غیر محارب کے خلاف ہے؛ اور اکثر چھوٹے اور چھپے ہوئے انتہا پسند گروہوں، مزاحمت کاروں کی طرف سے یا پھر جنگ کے پسِ منظر میں استعمال ہوتا ہے۔

کئی ایک وجوہات کی بنا پر محض 'دہشت گردی' کی اصطلاح کو واضح کر دینا کافی نہیں ہو گا، جیسا کہ ڈاکٹر ہیلپر نشاندہی کرتے ہیں کہ اس بات کی ضرورت ہے کہ 'دہشت گردانہ سرگرمی' اور 'دہشت گرد تنظیم' جیسے الفاظ میں تفریق کرنا انتہائی ضروری ہے: "جیسا کہ کئی تنظیمیں، سرکاری یا غیر سرکاری، دہشت گردانہ اقدامات کرتی ہیں، لیکن وہ تمام تنظیمیں دہشت گردی کے ضمن میں نہیں شامل کی جا سکتیں۔ کیوں کہ اس طرح یہ اصطلاح مزید وسعت اختیار کر لے گی اور اسے بے کار کر دے گی۔ اس بات کو بالکل یہ واضح نہ کرنے کے باعث کہ کون سی تنظیم 'دہشت گرد' ہے، ایک کھوکھلی اور اصطلاحِ محض رہ جائے گی۔" وہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ "'دہشت گرد تنظیم' کی اصطلاح ان تمام تنظیموں پر لاگو نہ کی جائے جو بعض اوقات ضرورت کی بنا پر ایسے پر تشدد اقدامات اٹھاتی ہیں، بلکہ اس کا اطلاق محض ان تنظیموں پر کیا جائے جو مستقلاً ایک حکمتِ عملی کے تحت دہشت گردانہ اقدامات کو اپنائے ہوئے ہیں اور جس کا رویہ ان سرگرمیوں کے کثرتِ استعمال سے سمجھا جا سکتا ہے۔" وہ سفارش کرتے ہیں کہ ایک جامع اور مکمل راست تعریف کے تعین کے لیے سب سے ضروری کام دہشت گردی کے لفظ میں موجود "ازم" کو چھوڑ کر "دہشت گردانہ سرگرمی یا اقدام" کی تعریف پر توجہ مرکوز رکھنا ہے۔

اس تناظر میں ڈاکٹر ہیلپر یہ بھی کہتے ہیں کہ:

دہشت گردی کی اصطلاح میں موجود 'ازم' کی ہم اسی وقت تعریف ممکن بنا سکیں گے جب ہم 'دہشت گردانہ سرگرمی' کی تعریف میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ تعریف اس طرح ہو گی کہ ایک اوسط یا بہت طویل وقت کے لیے (تدبیری یا آلاتی استعمال کے بر خلاف) منظم یا حکمتِ عملی کے تحت دہشت گردانہ سرگرمیوں کی انجام دہی دہشت گردی کہلائے گی نہ کہ محض ایک یا چند ایک واقعات کی بنا پر اس اصطلاح کا اطلاق عمل میں لایا جائے گا۔

'دہشت گرد تنظیم' کی تعریف کرنا بھی اہم ہے، جس کا اطلاق صرف ان تنظیموں (یا گروہوں، تحریکوں، انفرادی عناصر) پر ہو جو کچھ وقت تک منظم اور مربوط انداز میں بطور حکمتِ عملی اپنی بنیادی سرگرمی کے طور پر دہشت گردانہ اقدامات کریں۔ اس میں کوئی واقعاتی یا موقع پرستانہ کارستانی شامل نہ ہو۔

جب غیر مبہم اور جامع اصطلاح موجود ہو تو تمام معاملات یا مقدمات میں 'دہشت گرد' یا 'دہشت گردی' کی اصطلاح استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ 'سیاسی قتل'، 'قتلِ عام'، 'قتل'، 'سیاسی مقصد کے تحت بم دھماکہ' یا 'نسل کشی' وغیرہ جیسی اصطلاحیں زیادہ موزوں ہوں گی اور یہ سیاسی یا جذباتی طور پر بھاری بھی نہیں ہوں گی۔

5.5 وسیع پس منظر

دہشت گردی کی تعریف کے عمل سے پہلے پارلیمان کو ان پالیسیوں پر نظرِثانی کرنی چاہیے جو دہشت گردی کا باعث بنتی ہیں اور اگر ضرورت ہو تو ان غلطیوں کا اعتراف کرے جو غلط پالیسیوں کے باعث سرزد ہوئیں۔ دہشت گردی کے خلاف کامیابی سے لڑنے کے لیے محض اسے سمجھنا اور اس کی جامع تعریف کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کا باعث بننے والی وجوہات کو جاننا بھی انتہائی اہم ہے۔ یہ وجوہات سیاسی، نظریاتی یا سماجی ہو سکتی ہیں اور ممکن ہے کہ ان کی جڑیں ریاستی اداروں کی پالیسیوں اور اقدامات میں پیوست ہوں۔

پارلیمان کو دہشت گردی سے متعلق تمام قوانین کا جائزہ لینا چاہیے، ان کا بھی جو ابھی تک قابل عمل ہیں اور وہ بھی جو قصہ پارینہ ہو چکے، ان کی کامیابیوں کے ساتھ ساتھ ان کی ناکامیوں کو دیکھنا چاہیے، خصوصاً ان قوانین کے سیاسی استعمال، یا غلط استعمال کو پرکھنا چاہیے، اس سے قانون سازی کے عمل میں آنے والی رکاوٹیں دور ہوں گی اور ان قوانین کے غلط استعمال کے سامنے بھی بند باندھا جا سکے گا۔

آخر میں سکیورٹی اداروں کے خطرے کے تصورات اور ان تصورات کی تخلیق کے عمل کا جائزہ لینا چاہیے، اس سے قومی سلامتی اور انسانی حقوق کے درمیان جاری بحث کو سلجھانا اور قانون کی حکمرانی کے قیام کے لیے احتساب کا طریقہ کار بنانا آسان ہو گا۔

5.6 آئندہ لائحہ عمل

پارلیمان اور حکومت کو یہ کام تمام چیلنجز کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جلدی مگر ہوشمندی سے کرنا ہو گا اگر وہ عدالتِ عظمیٰ کی جانب سے دیے گیے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ ذیل میں ایسی چیزیں درج ہیں جو بہت جلد کرنے کی ضرورت ہے۔

5.6.1 تعریف

کسی بھی ابہام سے بچنے کے لیے پارلیمان کو دہشت گردی کی ایک ایسی جامع اور واضح تعریف کرنی چاہیے جو نہ صرف مقامی سیاسی و قانونی ضروریات پوری کرتی ہو بلکہ اقوام متحدہ کی قراردادوں اور کنونشنوں میں درج عالمی سطح پر موجود معیارات سے بھی مطابقت رکھتی ہو۔ تشدد، سیاسی عزائم، ارادی عمل، عوام کو ہدف بنانا، (مقامی، علاقائی یا عالمی) نظم میں رخنہ ڈالنا، دھمکی آمیزی، اور خوف غیر سرکاری عناصر کی جانب سے، یہ عوامل تقریباً تمام تعاریف میں یکساں ہیں۔ تاہم ان تمام کی تعریف و وضاحت بھی ضروری ہے۔ پارلیمان ان اصطلاحات کے مقامی و

عالمی پسِ منظر میں ان کی تشریح کرے۔ اس سے دہشت گردی کو جرائم اور سیاسی / نظریاتی عزائم کے دائرہ کار تک محدود رکھنے میں مدد ملے گی، اور یوں اس کا غلط سیاسی استعمال واطلاق نہیں ہو سکے گا۔

سیاسی اتفاقِ رائے قائم کرنے کے لیے پارلیمان کو واضح طور پر سیاسی تشدد کی دیگر اقسام کی تعریف کرنی چاہیے اور موجودہ آئینی شقوں میں ترمیم بھی، اس سے سیاسی مخالفین کو کچلنے کی روایت ختم کرنے میں مدد ملے گی۔

5.6.2 دہشت گردی پر ایک کنونشن

پاکستان میں سلامتی کے مسائل اور دہشت گردی سے متعلق ابہامات کا خاتمہ صرف اس کی تعریف متعین کر دینے سے حل نہیں ہو گا۔ اس کی ایک جامع اور ہمہ جہت راہ پارلیمان کی جانب سے ایک کنونشن قائم کرنا ہو سکتی ہے جو پالیسی سازوں، سیاسی جماعتوں، ذرائع ابلاغ، اور سول سوسائٹی کی رہنمائی کریں کہ دہشت گردی سے متعلق پالیسیوں، بیانیوں اور پراپیگنڈوں سے کیسے نمٹا جانا چاہیے۔

اسی طرح کا ایک کنونشن، بیرونی قبضے، تسلط، جبر واستبداد کے خلاف مزاحمت کے جواز کے قومی موقف کی وضاحت کے لیے بھی قائم کیا جا سکتا ہے تاکہ اس طرح کی کوشش میں اٹھائے گئے اقدامات کو جرائم کی فہرست سے الگ کر دیا جائے۔ عالمی سطح پر بھی ایسی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے عرب کنونشن (جو 22 اپریل 1998 کو جاری ہوا اور 7 مئی 1999 کو اطلاق پذیر ہوا)۔ اس کی شق 2(a) کہتی ہے کہ "خود ارادیت اور آزادی کے لیے کسی بھی غیر ملکی قبضہ یا تسلط کے خلاف جاری کسی بھی طرح کی مزاحمت، چاہے وہ مسلح مزاحمت ہو، اگر وہ عالمی قانون کے اصول کی پاسداری کرتی ہے تو وہ جرم شمار نہیں ہو۔[139] یہ شق کسی عرب ریاست کی علاقائی سالمیت کے خلاف کسی تعصبانہ فعل پر لاگو نہیں ہو گی۔

یہ کنونشن ایسی دہشت گردی کی تعریف بھی متعین کر سکتا ہے جس کی مرتکب ریاست ہوتی ہے اور اس کی تمام صورتوں اور مظاہر کی مذمت کر سکتی ہے۔

پارلیمان اور امور داخلہ، قانون وانصاف، انسانی حقوق، مذہبی امور سے متعلق اس کی اسٹینڈنگ کمیٹیوں دہشت گردی اور انتہا پسندی سے متعلق موجودہ انتظامات پر نظرثانی کرنی چاہیے اس مقصد کے ساتھ کہ دہشت گردی کی تعریف میں توضیح کو ممکن بنایا جا سکے۔

139 The Arab convention for the suppression of terrorism, League of Arab States, Translated from the Arabic by United Nations, May 29, 2000 https://www.unodc.org/images/tldb-f/conv_arab_terrorism.en.pdf

6. حاصلِ بحث

پاکستان کے پاس انسداد دہشت گردی ایکٹ کے سیکشن 6 میں دہشت گردی کی قانونی تعریف موجود ہے۔تاہم یہ تعریف اپنے دائرہ کار کے لحاظ سے انتہائی محدود ہے اور یہ دہشت گردی کی اساس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے اور اکثر و بیشتر کئی وجوہات کی بناپر غلط استعمال ہوتی رہتی ہے۔وفاقی حکومت نے انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 میں دراصل فرقہ وارانہ تشدد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بنایا تھا۔تاہم وقت کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کی جہتیں بڑھتی گئیں۔عدالتِ عظمیٰ پاکستان نے 30 اکتوبر 2019 کو ایک تاریخ ساز فیصلہ دہشت گردی کی تعریف کے حوالے سے دیا جس میں یہ کہا گیا کہ پارلیمان کو چاہیے کہ وہ دہشت گردی کی ایک جامع اور نئی قانونی تعریف وضع کرے۔اپنے اس فیصلے میں عدالتِ عظمی نے انسداد دہشت گردی ایکٹ میں درج تعریف پر قانونی اعتراض اٹھائے ہیں۔قانونی مسائل کے ساتھ ساتھ پاکستان کو کئی عشروں سے مذہب کی بناپر ہونے والی دہشت گردی کے انتہائی مسئلہ کا سامنا ہے اور یہ خطرہ ابھی تک ٹلا نہیں ہے۔دہشت گردی کے ذریعے ہونے والی مزاحمت، جو سابقہ پاکستانی قبائلی علاقوں میں ہوتی رہی ہے، اس نے فرقہ وارانہ تشدد، 'ماہرانہ شہری خانہ جنگی' کو بڑھایا ہے اور ایک وقت میں ایسے لگنے لگا تھا کہ 'عسکریت پسندوں' کا بیانیہ دراصل محصور سماج کا ہی ذہن ہے۔جبکہ تقریباً تمام لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ پاکستان کو اس وقت بھی سنگین دہشت گردی کے مسئلہ کا سامنا ہے، لہذا 'دہشت گردی' کا مطلب دراصل ہے کیا، یہ جواب مبہم ہی رہے گا۔اس کی موجودہ تعریف جو مبہم اور متضاد ہے، اس صورت حال میں یہ معلوم کرنا انتہائی مشکل ہوگا کہ کیا دہشت گردی ہے اور کیا سیاسی تشدد کی دیگر صورتیں ہیں۔

دہشت گردی اور داخلی سلامتی سے متعلق کام کرنے والے پالیسی ساز اور تدریسی و تعلیمی اداروں نے دہشت گردی کی تعریف کی واضح تعین میں کوئی خاطر خواہ حصہ نہیں ڈالا ہے۔عدالتِ عظمیٰ نے اپنے فیصلہ میں تعریف کے تعین کی ذمہ داری پارلیمان کو سونپی ہے۔تاہم ابھی تک حکومت یا حزبِ اختلاف کی جماعتوں نے اس امر میں کوئی گرم جوشی نہیں دکھائی ہے۔حالانکہ یہ پارلیمان کے پاس بہترین موقع ہے کہ وہ اس حوالے سے تمام تر ابہامات کو دور کرے اور دہشت گردی سے متعلقہ قوانین کے غلط استعمال کا راستہ بند کردے۔اس سے عالمی، علاقائی اور مقامی مباحث، جو دہشت گردی کی تعریف کے بارے ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں، ان کو گہرائی سے پرکھنے کا موقع ملے گا اور اس مسئلہ کی اصل روح سے شناسائی بھی ممکن ہوسکے گی۔

اب پارلیمان کو دہشت گردی کی واضح اور جامع تعریف کی طرف قدم بڑھانا ہوگا جو دہشت گردی کے پیچھے کارفرما سیاسی و مجرمانہ مقاصد کا احاطہ کرے اور جو ظالم اور مظلوم یا مجرم کے حوالے کے ساتھ دہشت گردی کے لیے استعمال ہونے والے مجرمانہ اقدامات (یرغمال بنانا، اغوا کرنا، ہدفی و غیر ہدفی قتل اور حملے) کی نوعیت کی وضاحت کرے اور جس میں حملہ آوروں یا ظالموں یا مجرموں کے مقاصد، غیر حربی اہداف اور مسلح تصادم یا دیگر انواع کے تناظر میں اس مسئلہ کو بیان کیا گیا ہو۔

پارلیمان کی جانب سے ایک ہمہ جہت اور جامع قدم یہ ہو سکتا ہے کہ وہ دہشت گردی سے متعلق ایک کنونشن قائم کرے جو پالیسی سازوں، سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی کی رہنمائی کرے کہ وہ دہشت گردی سے متعلق پالیسیوں، بیانیوں اور پروپیگنڈوں سے کیسے نمٹیں۔

مصنف کے بارے میں

محمد عامر رانا پاک انسٹی ٹیوٹ فار پیس اسٹڈیز (پپس) کے بانی رکن اور ڈائریکٹر ہیں جو اس سے پہلے مختلف اردو اور انگریزی اخبارات کے ساتھ بطور صحافی وابستہ رہے ہیں۔ انہیں انسداد دہشت گردی، انسداد انتہاء پسندی، خطے کی سیکورٹی اور سیاست جیسے معاملات پہ عبور حاصل ہے۔

وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ سال 2016 میں انہیں ان کی کتاب " جنگجو: پاکستان میں جہادی کردار کی تشکیل" کے لئے جرمن پیس پرائز سے نوازا گیا۔ ان کی تحریریں مختلف ملکی و عالمی جرائد میں شامل رہتی ہیں۔ وہ پاکستان کے سب سے مؤقر انگریزی اخبار "ڈان" کے لئے باقاعدگی سے کالم لکھتے ہیں۔ سی این این، بی بی سی، الجزیزہ انگلش، وائس آف امریکہ، العربیہ جیسے عالمی نشریاتی اداروں کے ساتھ ساتھ مختلف پاکستانی نیوز چینلز بھی انہیں اپنے خیالات کے اظہار کے لئے باقاعدگی سے مدعو کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ وہ پپس کے زیر اہتمام شائع ہونے والی پاکستان کی سالانہ سیکورٹی رپورٹ، انگریزی زبان میں شائع ہونے والے تحقیقی مجلے "کنفلیکٹ اینڈ پیس اسٹڈیز" اور اردو زبان میں شائع ہونے تجزیات میگزین کے ایڈیٹر بھی ہیں۔ ان کی سربراہی میں "نیریٹوز" کے نام سے ایک پبلشنگ اور میڈیا پروڈکشن ہاؤس بھی کام کر رہا ہے جس کا مقصد انتہاء پسندی کے خاتمے کے لئے متبادل بیانیہ اور دلائل تشکیل دینا ہے۔

اشاعت:

کاپی رائٹ 2020، فریڈرک ایبرٹ سٹفٹنگ پاکستان آفس

فرسٹ فلور، W-66، جنید پلازہ، جناح ایونیو، بلیو ایریا، پی او بکس 1289، اسلام آباد، پاکستان

مدیران:

ڈاکٹر یوخن ہپلر	|	کنٹری ڈائریکٹر
عبداللہ دایو	|	پروگرام کوآرڈینیٹر
ہمایوں خان	|	پروگرام کوآرڈینیٹر
محمد شوذب عسکری	|	مترجم

فون: 4 – 3391 280 51 92+

فیکس: 2803395 51 92+

ویب سائٹ: http: //www.fes-pakistan.org

فیس بک: Friedrich-Ebert-Stiftung, Pakistan

ٹویٹر: @FES_ PAK

ایف ای ایس کے زیر اہتمام شائع کردہ تمام مواد کا کمرشل بنیادوں پر استعمال ایف ای ایس کی تحریری رضامندی کے بغیر ممنوع ہے۔

فریڈرک ایبرٹ سٹفٹنگ (ایف ای ایس) جرمنی کی سب سے پرانی سیاسی فاؤنڈیشن ہے۔ اس کا نام جرمنی کے سب سے پہلے جمہوری منتخب صدر فریڈرک ایبرٹ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ فریڈرک ایبرٹ سٹفٹنگ نے پاکستان میں اپنا نمائندہ آفس 1990 میں قائم کیا۔ ایف ای ایس ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے مکالمے کو آگے بڑھانے اور اپنے بین الاقوامی کاموں میں پر امن پیش رفت پر توجہ دیتی ہے۔ دنیا بھر میں سیاست، معیشت اور معاشرے میں سماجی انصاف ہمارے معروف اصولوں میں سے ایک ہے۔ پاکستان میں ایف ای ایس غور و فکر کے عمل اور عوام کو آگاہی کے ذریعے جمہوری کلچر کے فروغ کے لیے مختلف سرگرمیوں میں مصروفِ عمل ہے، معاشی اصلاحات اور محنت کشوں کے موثر ہونے اور امن و ترقی کے لیے حالیہ برسوں میں علاقائی تعاون کو مستحکم کرنے کے لیے سماجی انصاف کی وکالت کر رہی ہے اور اسے فروغ دے رہی ہے۔

ایف ای ایس کے زیر اہتمام شائع کردہ تمام مواد کا کمرشل بنیادوں پر استعمال ایف ای ایس کی تحریری رضامندی کے بغیر ممنوع ہے۔

ISBN: 969-9675-29-4

EFQM
Committed to excellence

www.fes-pakistan.org